فصل اول

علامہ محمد اقبالؒ

علامہ محمد اقبالؒ دنیائے اسلام کے ایک عظیم مصلح ہیں۔ اُن کی لافانی فکری واصلاحی خدمات کی وجہ سے اُن کو عالم اسلام میں ایک اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ مغربی تہذیب پر ان کی نظر گہری اور وسیع تھی۔ وہ مغربی فلسفۂ حیات اور اجتماعی زندگی کے ہر پہلو پر گہری نظر رکھتے تھے۔ اِس کے باوجود وہ مغرب کو ایک جامع انسانی نظریے سے محروم سمجھتے تھے بلکہ اِنہیں یقین تھا کہ صرف مسلمانوں کے پاس ایسا نظم ہے جو اجتماعی زندگی کی اصلاح کرسکتا ہے اور تہذیب انسانی کو ایک ضابطۂ حیات دے سکتا ہے۔ اُنہوں نے مسلمانوں کو مُتنبہ کیا کہ وہ صرف سائنسی اور جدید علوم میں مغرب سے استفادہ کریں مگر مغربی تہذیب کا شکار ہونے سے بچیں۔

تحریکِ آزادی کشمیر کے عظیم راہنما سید علی گیلانی فرماتے ہیں:

''ملت کے جوانوں کو آج خدا بیزار اور آخرت فراموش تہذیب کی لہریں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ اِس گھیرے سے نکالنے کے لیے اقبال کا دردوسوز سے پُر کلام کششِ ثقل کی حیثیت رکھتا ہے۔''[۱]

علامہ اقبالؒ نے جب شعور کی آنکھ کھولی تو پورا عالم اسلام فکری اور سیاسی دونوں اعتبار سے مغربی استعمار کی غلامی میں جکڑا ہوا تھا۔ مسلم تہذیب جمود، تعصب اور تنگ نظری کا شکار ہوچکی تھی۔ زوال کے اس دور میں غلامی کی زنجیریں توڑ ڈالنے کے لیے سب سے بلند آہنگ اور توانا آواز علامہ اقبال کی تھی۔

ڈاکٹر انوارحسین صدیقی' صدر اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد' اقبال کے بارے میں اپنی جامعہ کے ماہوار مجلّہ کے خصوصی نمبر کے دیباچے میں تحریر کرتے ہیں۔

''علامہ محمد اقبال (۱۸۷۷ء - ۱۹۳۸ء) برِصغیر کے ملت اسلامیہ کے نام ور اور تاریخ ساز مفکر ہیں جن کی ولولہ انگیز شاعری نے قوم کے تنِ مردہ میں ایک نئی روح پھونک دی۔ نیل کے ساحل سے کاشغر کی وادیوں تک اُمت کے اتحاد کے خواب دیکھنے والے شاعر نے اپنی الہامی شاعری سے ایک فکری انقلاب برپا کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے مراکش سے ملائیشیا تک کے مسلم علاقوں میں آزادی کی تحریکوں نے اپنی منزل کو پالیا۔''[۲]

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی علامہ اقبال کے بارے فرماتے ہیں:

''تجدید واحیائے دین کی تمنا اقبال کے ہاں بالکل ابتدائی زمانے سے موجود تھی اور یہ کبھی سرد نہیں ہوئی'

۱۔ علی گیلانی: روحِ دین کا شناسا......اقبال ص۱۲

۲۔ انوارحسین صدیقی، حرف اول، اقبال نمبر ماہنامہ اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد۔ شمارہ نومبر ۲۰۰۸ء، ص:۱۲

بلکہ عمر کے ساتھ ساتھ اِس جذبے کی حرارت و شدت میں اضافہ ہوتا گیا۔ اسلام کی سر بلندی کے لیے اُن کے بے تاب جذبوں اور مضطرب تمناؤں کا راز اِس امر میں پوشیدہ ہے کہ اِنہیں اسلام کی حقانیت کے ساتھ ساتھ اسلام کے روشن مستقبل پر بھی کامل یقین تھا۔ اُنہوں نے اِس کا جگہ جگہ اپنی شاعری میں تذکرہ کیا ہے اور نثر میں بھی اُنہوں نے واشگاف الفاظ میں بیان کیا ہے۔[۳]

ان کی اس طرح کے خیالات کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

''اسلام ایک عالمگیر سلطنت کا یقیناً منتظر ہے جو نسلی امتیازات سے بالاتر ہوگی اور جس میں شخصی اور مطلق العنان بادشاہوں اور سرمایہ داروں کی گنجائش نہ ہوگی۔ دنیا کا تجربہ خود ایسی سلطنت پیدا کر دے گا۔ غیر مسلموں کی نگاہ میں شاید یہ محض خواب ہو' لیکن مسلمانوں کا یہ ایمان ہے۔''[۴]

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں:

''اگر چہ اِس وقت جو قوتیں دنیا میں کارفرما ہیں اُن میں سے اکثر اسلام کے خلاف کام کر رہی ہیں مگر میرا ایمان ہے کہ ﴿لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ ﴾☆[تا کہ اس کو سارے ادیان پر غالب کر دے] کے دعوے کے مطابق انجام کار اسلام کی قوتیں کامیاب اور فائز ہوں گی۔''[۵]

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی' علامہ اقبال کے کام کے بارے میں مزید فرماتے ہیں:

''تجدید و احیائے دین کے لیے علامہ اقبال کے مجموعی کام کو تین دائروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱) فرد کی تعمیر سیرت

۲) فکری اور علمی کاوشیں۔

۳) پاکستان کا تصور اور اُس کے لیے عملی جدوجہد۔''[۶]

علامہ نے معاشروں میں انقلاب برپا کرنے کی خاطر سب سے اولین کام فرد کی خودی کو آشکار کرنا قرار دیا ہے:

''جب تک کسی قوم کے افراد کے اندر اپنی ذاتی اصلاح کی طرف توجہ نہیں دی جاتی تب تک کسی قوم کی اصلاح نہیں ہوسکتی۔''[۷]

کردار ہی وہ غیر مرئی قوت ہے جس سے قوموں کے مقدر متعین ہوتے ہیں۔''[۸]

اقبال کے نزدیک اخلاقی تربیت اور تعمیر سیرت کے لیے مذہب بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور ایک دفعہ نوجوانوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

''مسلمانوں کے لیے جائے پناہ صرف قرآن کریم ہے۔ میں اس گھر کو صد ہزار تحسین کے قابل سمجھتا

۳۔ رفیع الدین ہاشمی، علامہ اقبال اور تجدید و احیائے دین، ماہنامہ ترجمان القرآن، اپریل ۲۰۰۳، ص ۴۷

۴۔ علامہ اقبال، گفتار اقبال، ص ۱۷۸ ☆۔ التوبۃ ۹:۳۳ ۵۔ علامہ اقبال، گفتار اقبال، ص ۱۹

۶۔ رفیع الدین ہاشمی، علامہ اقبال اور تجدید و احیائے دین، ماہنامہ ترجمان القرآن اپریل ۲۰۰۳، ص ۴۱

۷۔ علامہ اقبال، مقالاتِ اقبال، ص ۵۳ ۸۔ علامہ اقبال، شذرات فکر اقبال، ص ۱۲۴

ہوں جس گھر سے علی الصبح تلاوت قرآن پاک کی آواز آئے۔'' ۹

علامہ اقبال نے قومیت کے سراب، دین اور دنیا کی علیحدگی کے تصور اور مغربی تہذیب سے مرعوبیت کے تصورات پر کاری ضرب لگائی۔ اُنہوں نے علما اور نوجوانوں کو خاص طور پر مخاطب کیا تا کہ وہ اُمت کی قیادت کا فریضہ صحیح طور پر سرانجام دے سکیں۔

انہوں نے اسلام کے تصور ملت کو اُجاگر کرتے ہوئے وطنیت کے فلسفے کو مسترد کیا اور ہندوستان میں علیحدہ اسلامی ریاست (جسے بعد میں پاکستان کا نام دیا گیا) کے حصول کے لیے انتھک کوششیں کیں۔ انہوں نے انگریز کی غلامی سے آزادی اور اسلامی ریاست کی تشکیل کے لیے بے پناہ جدوجہد کی۔

اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے اقبال کی ساری جدوجہد کا مقصد سنتِ رسولؐ کی پیروی ہے اور وہ فرماتے ہیں:

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر بہ اُو نہ رسیدی تمام بولہبی است ۱۰

ایران کے ممتاز عالم دین اُستاد شہید مرتضیٰ مطہری علامہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اگرچہ وہ سنی العقیدہ تھے لیکن وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے۔ اُنہوں نے اُن کی شان میں ایسی انقلابی اور تعلیمی نظمیں کہی ہیں جو تمام شعرا کی فارسی زبان میں شائع شدہ کتابوں میں نہیں ملتیں۔ تاہم علامہ اقبال کا منتہائے نظر شاعری کرنا نہیں تھا۔ اُنہوں نے شعر کو ملتِ اسلامیہ کی بیداری کے لیے استعمال کیا۔'' ۱۱

قاضی حسین احمدؒ علامہ اقبال کو رہبر ملت قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''انہوں نے اپنے پورے کلام میں اُمت مسلمہ کو نہایت دلنشین انداز میں قرآن وسنت کا پیغام پہنچا دیا۔ اسلام میں رہبانیت کی گنجائش نہیں ہے بلکہ اسلام ایک نظام زندگی کے طور پر دعوت، عدل اور قوت کے ساتھ اُبھرتا نظر آتا ہے۔ اسرارِ خودی میں علامہ نے مسلمان فرد کے کردار کے بنیادی عناصر اور اس کے تقاضے بتائے ہیں اور رموزِ بے خودی میں واضح کہا ہے کہ خودی کے حامل افراد کو کن اصولوں کے ذریعے ایک قوم میں تبدیل کیا جاتا ہے''۔ ۱۲

فکرِ اقبالؒ کے ترکیبی عناصر

اقبال ایک دین دار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد بزرگوار مرحوم شیخ نور محمد بڑے دیندار، متقی اور پرہیز گار مسلمان تھے۔ انہوں نے اقبالؒ کو بچپن ہی سے دین کی طرف رغبت دلائی۔ تلاوتِ قرآن، پابندی اوقات کے ساتھ نماز کی ادائیگی، حسنِ اخلاق، بڑوں کا احترام اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت جیسی صفات ان کو ورثے میں ملیں۔

۹۔ علامہ اقبال، گفتار اقبال۔ ص ۲۱۳
۱۰۔ کلیات اقبال، ارمغان حجاز، حسین احمد، ص: ۸۵۷
۱۱۔ مرتضیٰ مطہری، بیسویں صدی کی اسلامی تحریکیں، ص: ۳۴
۱۲۔ قاضی حسین احمد، مضامین قاضی حسین احمد، ملت کا حدی خواں، ص: ۱۰۲

والد بزرگوار نے اُن کو ابتدائی دور ہی میں کہا تھا کہ بیٹا قرآن اس طرح پڑھا کرو جیسے یہ تم پر نازل ہو رہا ہے۔ یہ اتنی بڑی اور اہم بات تھی کہ اُس نے اقبالؒ کی زندگی کو صحیح رُخ دیا۔

مسلمان گھرانوں میں عام طور پر قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی ہے۔ آج کے مقابلے میں پچھلے دور میں اس کا عام چلن تھا۔ آج مغربی اور غیر اسلامی تہذیب کے اثرات نے اس برکت کو ہم سے چھین لیا ہے۔ لیکن جو پڑھتے بھی ہیں محض ثواب کمانے کی خاطر پڑھتے ہیں، حالانکہ یہ کتابِ زندگی ہے، زندگی کو بنانے، سنوارنے، کے لیے نازل ہوئی ہے اور پوری دُنیا میں بدیوں کو مٹانے اور نیکیوں کو پھیلانے کے لیے نازل ہوئی ہے۔ ظلم و عدوان کو مٹانے اور عدل و انصاف کو قائم کرنے کے لیے اُتری ہے۔ یہ ہر پڑھنے والے کو مخاطب بناتی ہے، معروف کا حکم دیتی اور منکر سے پرہیز کرنے کی تلقین کرتی ہے۔

فاش گویم آں چہ در دل مضمر است   این کتابے نیست چیزے دیگر است[۱۳]

اقبالؒ کو ابتدائی عمر ہی میں اس زندہ کتاب کی طرف ذہن کو متوجہ کرنے کی ترغیب ملی۔ آج جب ہم اپنے گھروں کو اور اپنے بزرگوں کے رویے اور انداز کو دیکھتے ہیں تو بہت کم گھرانے ایسے ملیں گے جو اقبالؒ کے والد بزرگوار کی طرح اپنے بچوں کو قرآن کی اس اصل کی طرف راغب اور متوجہ کرتے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری نئی نسل اور پود قرآنی تعلیمات سے روز بروز دور ہوتی جا رہی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے گھروں میں بیٹوں اور بیٹیوں کو ذہن نشین کرائیں کہ جب تک قرآن کی تعلیمات کو سمجھنے اور عمل کرنے کی ضرورت کو ہم پورا نہیں کریں گے ہم مسلمانوں کی حیثیت سے نہ زندگی گزار سکتے ہیں اور نہ مسلمانوں کی حیثیت سے دُنیا سے رخصت ہو سکتے ہیں۔

گر تو می خواہی مسلماں زیستن   نیست ممکن جز بقرآں زیستن[۱۴]

علامہ اقبالؒ نے موجودہ دور میں مسلمانوں میں بیداری کی لہر پیدا کی اور فلسفہ خودی کو پیش کر کے یہ پیغام دیا کہ وہ اپنے آپ کو پہچانیں۔ اپنے قومی تشخص کو سمجھیں اور اپنی تہذیبی سربلندی کے لیے سرگرم عمل ہو جائیں۔ انہوں نے مسلمانوں کے اندر یہ احساس بیدار کیا کہ تم دنیا بھر میں سب سے زیادہ قابلِ فخر تہذیب رکھتے ہو، تمہارے پاس دنیا کا بہترین نظامِ حیات ہے اور تم سب سے زیادہ صحیح اور اعلیٰ اقدار رکھتے ہو۔ انہوں نے اس شعور کو پختہ کیا کہ تم ایک عقیدہ اور ایک تہذیب رکھنے والی قوم ہو اور تمہاری قومیت ان لوگوں سے مختلف ہے جن کی تہذیب اور عقیدہ تم سے الگ ہے۔

انہوں نے مسلمانوں کو یہ بھی یاد دلایا کہ اسلام ابدی و ازلی اصول رکھتا ہے اور اس کے اصول ہر زمانے میں یکساں قابلِ عمل ہیں۔ انہوں نے یہ بات بھی لوگوں کے ذہن نشین کی کہ موجودہ زمانے کے مختلف 'ازم' انسانیت کے دکھوں کا مداوا نہیں ہیں، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس زمانے میں جتنے ظلم و ستم، فساد و غارت گری اور انسانیت کے لیے آلام و مصائب رونما ہوئے ہیں وہ سب انہی ازموں کا کیا دھرا ہے۔

انہوں نے مغربیت اور مادہ پرستی پر پوری قوت سے ضرب لگائی، دین و سیاست کی علیحدگی اور دین و دنیا کی تفریق کا جو تصور مغرب سے آکر مسلمانوں میں پھیل رہا تھا، انہوں نے اس باطل تصور کا بھرپور مقابلہ کیا اس طرح وطنی قومیت اور قوم پرستی کا پوری شدت کے ساتھ رد کیا اور کہا کہ قومیت وطن اور زبان سے نہیں بنتی بلکہ دین اور عقیدے سے بنتی ہے۔

۱۳۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، جاوید نامہ، فلک عطارد، پیغام افغانی باملت روسیہ

۱۴۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، رموز بے خودی، ص: ۱۲۳

انہوں نے مسلمانوں کی ذہنی غلامی کو ختم کرنے کی کوشش کی جو ان پر طاری ہو چکی تھی اور اس کے ساتھ ان کو جسمانی غلامی سے آزاد کرانے کے لیے ایک نئی اسلامی ریاست کا تصور دیا جس کے نتیجے میں پاکستان معرض وجود میں آیا۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے ایک باوقار، پر اعتماد اور جرأت مندانہ شان کے ساتھ اسلام کی حقانیت کی شہادت دے کر ملتِ اسلامیہ کے اندر اسلام پر فخر کا ایک نیا اسلامی شعور بیدار کیا ہے۔[15]

اقبالؒ کے ان افکار و نظریات کا سرچشمہ قرآن مجید ہے۔ انہوں نے اگرچہ مغربی تعلیم حاصل کی تھی اور وہ قدیم و جدید تاریخ، ادب، اقتصادیات، سیاسیات، قانون اور فلسفہ پر گہرا عبور رکھتے تھے، لیکن اس کے باوجود قرآن سے الگ ان کا کوئی فکری وجود باقی نہ رہا تھا۔ وہ قرآن میں گم ہو چکے تھے۔ وہ جو کچھ سوچتے اور دیکھتے تھے، قرآن کی نظر سے سوچتے اور دیکھتے تھے۔ حقیقت اور قرآن ان کے نزدیک شے واحد تھی اور وہ اس کے شیفتہ و وارفتہ ہو چکے تھے۔ اپنی عمر کے آخری دور میں تو وہ تمام کتابوں سے بے نیاز ہو گئے تھے۔ اور قرآن کے سوا اور کوئی کتاب اپنے سامنے نہ رکھتے تھے۔ سالہا سال تک علوم وفنون کے دفتروں میں غرق رہنے کے بعد جس نتیجے پر وہ پہنچے تھے وہ یہ تھا کہ اصل صرف قرآن ہے اور یہ جس کے ہاتھ آ جائے وہ دنیا کی تمام کتابوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

چنانچہ ان کے اردو اور فارسی کلام میں اس بات کے بہت سے شواہد ملتے ہیں کہ ان کے کلام میں قرآن کے علاوہ کچھ اور مضمر نہیں۔

علامہ اقبال اور مغربی تہذیب پر گرفت

مشرقی علوم کے آداب کو پیش نظر رکھا جائے تو تہذیب کے لیے کلچر اور تمدن کے لیے سولائزیشن کی اصطلاحات موزوں دکھائی دیتی ہیں۔ یہاں پر ایک تاریخی حقیقت کا بیان ضروری ہے کہ عالمِ اسلام میں تہذیب کے اصول و مبادی پہلے بیان ہوئے اور پھر ان کی روشنی میں تمدنی ارتقا کے مظاہر سامنے آتے چلے گئے۔

مغرب میں معاملہ اس سے قدرے مختلف ہے۔ مغرب میں تمدنی ارتقا پہلے ہوا ہے اور بعدازاں تہذیبی آداب و رسوم کی تخلیق یا تلاش کا عمل جاری ہوا ہے۔

مشرق و مغرب کی تہذیب و تمدن میں تاخیر اور تقدیم کے اس راز کو سب سے زیادہ جس شخص نے سمجھا ہے وہ علامہ محمد اقبال ہیں جنھوں نے اس بات کو فلسفیانہ سطح پر تو اپنے خطبات ''الٰہیاتِ اسلامیہ کی تشکیلِ جدید'' میں پیش کیا ہے مگر سریع الفہم اسلوب میں اپنی شاعری میں بیان کر دیا ہے۔

اس میں یہ بات پیش نظر رہے کہ تمدنی ارتقا کا تعلق ہمیشہ مادّی وسائل سے رہا ہے اور تہذیبی ارتقا کی بنا اخلاقی یا روحانی اقدار ہوتی ہیں۔ علامہ اقبال نے مغرب کے اس تہذیبی افلاس کا اوّلین مشاہدہ اپنے قیام انگلستان (۱۹۰۵ تا ۱۹۰۸ء) کے دوران میں کیا۔ اس دورانیے میں وہ بہت تھوڑے وقفے کے لیے جرمنی بھی گئے۔ مارچ ۱۹۰۷ء میں انہوں نے اپنی ایک نظم میں پہلی مرتبہ جدید تہذیب پر کڑی تنقید کرتے ہوئے لکھا:[16]

۱۵۔ عبید اللہ عبید، کلام اقبال میں قرآنی تعلیمات: ماہنامہ چراغ اسلام نومبر ۲۰۰۷ء ص: ۶۱

۱۶۔ فتح محمد ملک، اقبال، اجماع اُمت اور قیام پاکستان، ماہنامہ دعوۃ اقبال نمبر، نومبر ۲۰۰۸ء، اپریل ۲۰۰۹ء ص: ۱۵

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا عام دیدارِ یار ہوگا سکوت تھا پردہ دار جس کا وہ راز اب آشکار ہوگا
گزر گیا اب وہ دور ساقی کہ چھپ کے پیتے تھے پینے والے بنے گا سارا جہاں مے خانہ' ہر کوئی بادہ خوار ہوگا
دیارِ مغرب کے رہنے والو! خدا کی بستی دکاں نہیں ہے کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو' وہ اب زرِ کم عیار ہوگا
تمہاری تہذیب' اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا ۱۷

فکرِ اقبال میں ہمیں مغربی اور اسلامی تہذیب کا تقابل دکھائی نہیں دیتا' کیونکہ تقابل کے لیے ہم جنس اشیا اور حقائق کا ہونا ضروری ہے۔ ان کے ہاں نثری تحریروں میں مغربی علوم کی تخلیقی نمو کا ذکر موجود ہے مگر وہ تہذیبی اور ثقافتی سطح پر مغربی اقوام کے حال اور مستقبل سے مایوس اور نالاں دکھائی دیتے ہیں۔ اسلامی تہذیب بنیادی طور پر دل کی تہذیب ہے جب کہ مغربی تہذیب دماغی فتوحات پر منحصر ہے۔ اوّل الذکر تہذیب روح کی بالیدگی کا تقاضا کرتی ہے جب کہ ثانی الذکر تہذیب میں جسمانی اور مادی وجود سے آگے دیکھنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ اسلامی تہذیب وحی الٰہی کو اپنا سرچشمہ قرار دیتی ہے جب کہ مغربی تہذیب شعورِ انسانی پر انحصار کرتی ہے اور یہی اس کی محدودیت ہے۔ اسلامی فکر معاد پر توجہ دلاتی ہے جب کہ مغربی تہذیب فکرِ معاش کے جھمیلوں سے آگے نہیں جاتی۔ مشرقی تہذیب باطن کی روشنی پر توجہ دلاتی ہے جب کہ مغربی تہذیب ظاہر کے جمالِ دل فریب میں گھری دکھائی دیتی ہے۔

چہروں پہ جو سرخی نظر آتی ہے سرِ شام یا غازہ ہے یا ساغر و مینا کی کرامات ۱۸

اپنی نظم 'خضرِ راہ' کے ایک بند میں اقبال نے مغربی تہذیب اور اس کے جمہوری نظام کے علاوہ اس کے اداروں پر برمحل تنقید کی ہے' جس سے اقبال کے ہاں شعور کی گہری کارفرمائی' ادراک کی سطح اور تجزیے کی صلاحیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

ہے وہی سازِ کہن' مغرب کا جمہوری نظام جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری
دیوِ استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری
مجلسِ آئین و اصلاح و رعایات و حقوق طب مغرب میں مزے میٹھے' اثر خواب آوری
گرمیِ گفتار اعضائے مجالس الاماں یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگِ زرگری
اس سرابِ رنگ و بو کو گلستاں سمجھا ہے تو آہ! اے ناداں قفس کو آشیاں سمجھا ہے تو ۱۹

اپنی اسی صورت حال کے پیشِ نظر مغربی تہذیب تیزی کے ساتھ روبہ زوال ہے اور مغرب کے پیرانِ خرابات اس تباہی اور بربادی کے منظر سے پریشان دکھائی دیتے ہیں۔ سرمایہ دارانہ تہذیب کو ان دنوں جس زوال اور شکست کا سامنا ہے' اس کا علاج کسی دانش ور کو سجھائی نہیں دیتا۔ امنِ عالم تارتار ہو رہا ہے اور چاروں جانب برق و بارود کا دھواں چھایا ہوا ہے۔ مشہور مغربی ادیب جارج برنارڈ شا نے کیا خوب کہا تھا:

''جو ایک آدمی کو قتل کرے' اسے قاتل کہتے ہیں لیکن جو ہزاروں بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگ لے' وہ فاتح کہلاتا ہے''۔

۱۷۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، بانگ درا، غزلیات، مارچ ۱۹۰۷

۱۸۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، بال جبریل، ص:۱۱۲

۱۹۔ علامہ اقبالؒ، کلیات اقبال، بانگ درا، خضر راہ، سلطنت، ص:۲۷۴

بیسویں صدی کے معروف برطانوی مؤرخ ٹائن بی نے تہذیبوں کے تصادم کے لیے Encounter of civilization کی اصطلاح استعمال کی تھی۔ دورِ حاضر کے یہودی مفکر برنارڈ لیوس (Bernard Lewis) نے اس Encounter کو Clash کا درجہ دے دیا ہے۔ اسی طرح ہارورڈ یونیورسٹی' امریکہ کے پروفیسر سیموئل پی ہنٹنگٹن نے اپنی کتاب (Clash of Civilizations) میں تہذیبوں کے اس تصادم میں آویزش کے اس تصور کو جنگی جنون تک بڑھا دیا ہے۔ فرانسس فوکو یامانے تو اپنی کتاب 'خاتمہ تاریخ' (The End of History) میں دنیا کے مستقبل کو جس نگاہ سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے، اس میں بالآخر اقتدار ایک یک محوری قوّت کے پاس چلا جائے گا اور یوں باقی ماندہ دنیا ایک نو آبادی کی شکل اختیار کر لے گی۔

اکیسویں صدی عیسوی میں تہذیبوں کی کشمکش نے جو عالمی صورتِ حال پیدا کر دی ہے' وہ کئی اعتبار سے تشویش ناک ہے۔ اقوام کے درمیان مفادات کی جنگ نے ظلم اور استحصال کی قبیح صورتیں اختیار کر لی ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے نظم و نثر میں اپنا جو علمی کارنامہ پیش کیا ہے' اس کا مطالعہ تہذیبوں کی اس کشمکش میں امن و سلامتی کا پیغام پیش کرتا ہے۔ وہ احترامِ آدم کی اقدار پر مشتمل اس راستے کی نشان دہی کرتا ہے جس کی منزل اقوامِ عالم میں رنگ و خون اور زبان و جغرافیہ کے امتیازات سے بالا تر ہے۔ آئیے پیغام اقبال کو دنیا کے سامنے اس اعتماد کے ساتھ پیش کریں کہ یہ ہمارے موجودہ عالمی مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔[۲۰]

اس سلسلے میں مولانا غلام رسول مہر نے ۴ نومبر کو انڈیا سوسائٹی کی جانب سے علامہ اقبال کے اعزاز میں منعقد کردہ تقریب کی تفصیلی رپورٹنگ کی ہے جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس موقع پر علامہ اقبال نے اسلام کا ذکر کیے بغیر حاضرین کو نہایت مؤثر انداز سے انسانی زندگی میں عقیدہ آخرت کی اہمیت سے روشناس کروایا اور ان پر اس جہانِ رنگ و بو میں انسانی وجود کی اہمیت بھی واضح کی۔ انہوں نے اپنے کلام میں دعوتی اہمیت کے حامل اشعار بھی پیش فرمائے اور شرکائے مجلس کو شعر کی زبان میں مذہب اور سیاست کی دوری کے منفی اثرات سے خبردار کیا۔[۲۱]

علامہ اقبال کو مغربی تہذیب کی تباہ کاریوں کے بنیادی عوامل کا علم تھا۔ مغرب کے اندر رہ کر انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کر لیا تھا کہ مذہب اور سیاست کی دوئی نے اس تہذیب کو چنگیزیت میں تبدیل کیا ہے اور انسانی خون کے ساتھ ہولی کھیلنا اس کے لیے ایک دلچسپ مشغلہ بن گیا ہے۔ علامہ نے اس تہذیب کی مکروہ تصویر دنیا کے سامنے اس انداز سے بے نقاب کر کے دکھلائی کہ اس عفریت کے سارے خدوخال برہنہ ہو کر سب کو نظر آنے لگے۔ علامہ فرماتے ہیں:

بے کاری و عریانی و مے خواری و افلاس — کیا کم ہیں فرنگی مدنیت کی فتوحات[۲۲]

فسادِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب — کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف

رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید — ضمیرِ پاک و خیالِ بلند و ذوقِ لطیف[۲۳]

۲۰۔ فتح محمد ملک: اقبال، اجماع اُمت اور قیام پاکستان۔ ماہنامہ دعوۃ اقبال نمبر۔ نومبر ۲۰۰۸ء۔ اپریل ۲۰۰۹ء ص:۲۲

۲۱۔ محمد رفیق افضل، مرتب گفتار اقبال، ص: ۱۳۶ ۲۲۔ بال جبریل، ص ۱۱۱، اقبال اکادمی، لاہور

۲۳۔ علامہ اقبال۔ کلیات اقبال، ضرب کلیم، مغربی تہذیب، ص: ۶۹۴

مغربی تہذیب جس کا سفینہ طوفانِ زمانہ کے ہاتھوں غرق ہونے والا تھا اور جس کی بربادی کے جراثیم خود اس کے وجود میں پنہاں تھے، دانا و بینا اقبال نے بہت پہلے اس کے آثار دیکھ لیے تھے، اور فرمایا تھا:

دیارِ مغرب کے رہنے والو! خدا کی بستی دکاں نہیں ہے   کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیار ہوگا
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی   جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا ۲۴

علامہ اقبال نے خطرے کی یہ گھنٹی ان کے گھروں میں جا کر بجائی اور ان سے صاف لفظوں میں کہا کہ اگر صورتِ حال سے بچنا ہے تو مذہب سے رجوع کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

مغربی نوجوانوں سے خطاب

18 نومبر 1931ء کو جب ان کی مادرِ علمی کیمبرج یونیورسٹی کی طرف سے ان کے اعزاز میں ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا تو پروفیسر سارلے نے ان کو شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا۔ اپنی جوابی تقریر میں انہوں نے نوجوانوں کو مذہب کے ساتھ وابستگی اختیار کرنے کی دعوت درجِ ذیل الفاظ میں دی:

''میں ان نوجوانوں کو جو کیمبرج میں اس وقت تعلیم پا رہے ہیں، چند نصیحتیں کرنا چاہتا ہوں۔

کیمبرج وہ سرچشمہ علم و فضل ہے جس نے یورپی تہذیب و تمدن کی تربیت میں سب سے زیادہ حصہ لیا ہے۔ میں نوجوانوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ دہریّت اور مادیّت سے بچیں۔

اہلِ یورپ کی سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ انہوں نے مذہب اور حکومت کو علیحدہ علیحدہ کر دیا۔ اس سے ان کی تہذیب، روحِ اخلاق سے محروم ہوگئی اور ان کا رخ دہریانہ مادیّت کی طرف پھر گیا۔ میرا عقیدہ ہے کہ انسانی انا کائنات کا مرکز ہے۔ یہ اولین نقطۂ نظر ہے، فلسفی کثرت سے وحدت کی طرف جاتے ہیں۔ راستہ یہ ہے کہ وحدت سے کثرت کی طرف جائیں''۔ ۲۵

اس سلسلے میں علامہ اقبالؒ نے اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

''میں نے آج سے پچیس برس پیش تر اس تہذیب کی خرابیاں دیکھی تھیں تو اس کے انجام کے متعلق بعض پیش گوئیاں کی تھیں، اگرچہ میں خود بھی ان کا مطلب نہیں سمجھتا تھا۔ یہ 1907ء کی بات ہے۔ اس کے چھ سال بعد یعنی 1914ء میں میری پیش گوئیاں حرف بہ حرف پوری ہوگئیں۔ 1914ء کی جنگ دراصل یورپ کی اس غلطی کا نتیجہ تھی جس کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں یعنی مذہب و حکومت کی علیحدگی اور دہریانہ مادیّت کا ظہور۔ بالشوازم مذہب و حکومت کی علیحدگی کا طبعی نتیجہ ہے۔ میں نوجوانوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ مادیّت سے بچیں۔'' ۲۶

علامہ اقبالؒ نے اسرارِ خودی میں اسلامی سیرت و کردار کے بنیادی عناصر اور اجزائے ترکیبی کا ذکر کیا ہے اور رموزِ بےخودی میں اُن اوصاف کا تذکرہ کیا ہے کہ جن سے ایک قوم کو بامِ عروج نصیب ہوتا ہے اور قومیں بنتی ہیں۔ وہ اِس کا آغاز مولانا جلال الدین رومی کے ان اشعار سے کرتے ہیں کہ ایک بوڑھا ہاتھ میں چراغ لیے شہر کی گلیوں میں پھر رہا ہے اور

۲۴۔ علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال، بانگِ درا، مارچ ۱۹۰۷ء، ص ۱۶۷

۲۵۔ محمد رفیق افضل، مرتب گفتارِ اقبال، ص ۲۵۴

۲۶۔ محمد رفیق افضل، مرتب گفتارِ اقبال، ص ۲۵۴-۲۵۵

کہہ رہا ہے کہ سست لوگوں سے بیزار ہو کر کسی رستم اور شیرِ خدا کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ اُنہیں جواب ملتا ہے کہ تم جس مردِ خدا کی تلاش میں ہو وہ تو ناپید ہے اور اب نہیں ملتا۔ بوڑھا جواب دیتا ہے کہ وہ جو نہیں مل رہا اُس کی تلاش میں ہوں۔ اِس سے وہ قوم کو مسلسل محنت اور کوشش پر آمادہ کر رہے ہیں کہ طلب کی جستجو میں لگ جاؤ اور محنت کرو اور مایوس نہ ہو۔ کبھی راہ چلتے چلتے بھی گوہر مقصود ہاتھ آ جاتا ہے۔ وہ پوری قوم کو امیدوں کے چراغ جلانے کی ہدایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگرچہ تہذیب جدید کے چیلنج بہت زیادہ ہیں مگر ؎

دریں نیلی فضا ہر دم فزوں شو　　　بمنزل کوش مانندِ مہِ نو

بحق دل بند و راہِ مصطفیؐ رو　　　مقامِ خویش گر خواہی دریں دیر ۶۱

اِس نیلی فضا یعنی کائنات میں منزل کی طرف بڑھتے جاؤ اور پھیلتے چلے جاؤ اگر اِس دنیا میں اپنا مقام بنانا ہے تو اللہ کے ساتھ دل لگاؤ اور حضورؐ کے راستے پر چلو۔

علامہ اقبال کے کارنامے، مولانا مودودی کی نظر میں

مولانا مودودیؒ علامہ اقبالؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اقبال کے کارنامے کو ہم مختلف عنوانات کے تحت بیان کر سکتے ہیں:

☆ مغربی تہذیب پر ضرب کاری:

سب سے اہم کام جو اقبال نے انجام دیا، وہ یہ تھا کہ انہوں نے مغربیت اور مغربی مادہ پرستی پر پوری قوت کے ساتھ ضرب لگائی اگرچہ یہ کام اس وقت علمائے دین اور اہل مدارس اور خطیب حضرات بھی انجام دے رہے تھے، مگر ان کی باتوں کو یہ کہہ کر نظر انداز کیا جاسکتا تھا اور کیا جاتا تھا کہ یہ لوگ مغربی فلسفے اور مغربی تہذیب وتمدن سے واقفیت نہیں رکھتے۔ لوگ ان اہلِ علم کی بات کو کچھ زیادہ وزن نہیں دیتے تھے جو اگرچہ دین سے تو واقف تھے لیکن مغربی علوم، مغربی تہذیب اور مغربی زندگی سے پوری طرح واقف نہیں تھے۔ ان کے برعکس اقبال وہ شخص تھا کہ وہ اس سے زیادہ مغرب کو جانتا تھا اور اس سے زیادہ مغرب کے فلسفے اور مغربی علوم سے واقف تھا۔ اس لیے جب اقبال نے مغربیت، مغربی مادہ پرستی، مغربی فلسفے اور مغربی افکار پر چوٹ لگائی، تو مسلمانوں پر مغرب کی جو مرعوبیت طاری تھی وہ کافور ہونے لگی، اور واقعہ یہ ہے کہ اس مرعوبیت کو توڑنے میں اکیلے اقبال کا کارنامہ سب سے بڑھ کر ہے۔

اس کے ساتھ اقبال نے مسلمانوں کے اندر یہ احساس پیدا کیا کہ اسلام کوئی پرانا اور از کارِ رفتہ نظام نہیں ہے جو اس زمانے میں کام نہ کر سکتا ہو۔ انہوں نے اپنے شعر سے بھی اور اپنی نثر سے بھی یہ بات مسلمانوں کے ذہن نشین کی کہ اسلام ازلی وابدی اصولوں کا حامل ہے۔ اسلام کسی وقت بھی پرانا نہیں ہوسکتا۔ اس کے اصول ہر زمانے میں یکساں قابلِ عمل ہیں۔

☆ وطنی قومیت کی تردید:

اس کے ساتھ علامہ اقبالؒ نے جو عظیم کارنامہ انجام دیا وہ یہ ہے کہ انہوں نے وطنی قومیت اور قوم پرستی پر ایک

۶۱۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، ارمغان حجاز، حضور ملت

شدید ضرب لگائی۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر انہوں نے قوم پرستی، نیشنلزم اور وطنی قومیت پر بروقت ضرب کاری نہ لگائی ہوتی تو آگے چل کر مسلمانوں کو کانگرس میں جذب کرنے کے لیے جو تحریک اٹھی تھی، اس سے مسلمانوں کا بچ جانا محال تھا...... اگر اقبال نے یہ تعلیم بروقت نہ دی ہوتی تو بعد میں کانگرس نے رابطہ عوام (mass contact) کی جو تحریک شروع کی تھی اور جس میں علما اور اشتراکی حضرات بھی شریک تھے، وہ تحریک مسلمانوں کو ہندوؤں کے اندر اس طرح سے گھلا دیتی جیسے نمک پانی کے اندر گھل جاتا ہے۔ لیکن اقبال نے مسلمانوں میں یہ احساس پیدا کیا کہ قومیت، وطن اور زبان سے نہیں بنتی ہے، بلکہ قومیت دین اور عقیدے سے بنتی ہے۔ اس نے مسلمانوں میں اس شعور کو بیدار کیا کہ تم ایک عقیدہ اور ایک تہذیب رکھنے والی قوم ہو، تمہاری قومیت ان لوگوں سے بالکل مختلف ہے جن کی تہذیب اور عقیدہ و مسلک تم سے الگ ہے۔

☆ وحدتِ ملی کا احساس

اس کے ساتھ اقبال نے مسلمانوں کے اندر یہ احساس بھی اُبھارا کہ تمام دنیا میں ملتِ اسلامیہ ایک وحدت ہے اور اس کو ایک وحدت ہونا چاہیے۔ اس طرح انہوں نے بیک وقت دو کام کیے......

ایک طرف تو اقبال نے تمام دنیا کے مسلمانوں کو اس بات کی دعوت دی کہ تم ایک ملتِ واحدہ ہو، اور جس قوم پرستی میں تم مبتلا ہو یہ ایک بالکل غلط اور مہلک تصور ہے، دوسری طرف انہوں نے ہندی مسلمانوں میں یہ احساس پیدا کیا کہ تم مسلمان ہونے کی حیثیت سے ایک قوم اور ایک ملت ہو۔ تمہارا کسی دوسری قوم میں جذب ہونا سراسر ایک باطل نظریہ ہے۔ اگر اقبال نے بروقت یہ اقدام نہ کیا ہوتا اور اسلامی قومیت کے صحیح تصور کی تبلیغ کر کے مسلمانوں کے اندر اپنی اسلامی قومیت کا احساس پیدا نہ کر دیا ہوتا تو آج اس پاکستان کا کہیں وجود نہ ہوتا۔

☆ دین و سیاست کے باطل تصور کی بیخ کنی

اقبال نے ایک بڑا کارنامہ یہ بھی انجام دیا کہ دین اور سیاست کی علیحدگی اور دین و دنیا کی تفریق کا جو تصور مغرب سے آ کر مسلمانوں میں پھیل رہا تھا اور جس کی وجہ سے لوگ یہ سمجھنے لگے تھے کہ اہلِ دین کو سیاست سے کیا تعلق اور دین کو سیاست میں گھسیٹنے کا کیا کام، اقبال نے اس باطل تصور کا ٹھیک وقت پر مقابلہ کیا۔ اس نے دین بے سیاست کی بھی برملا مذمت کی اور سیاستِ بے دین کو بھی علانیہ مذموم قرار دیا۔ سیاستِ بے دین کے متعلق اقبال کا ایک مصرع ایسا ہے کہ اس موضوع پر تمام دنیا کا لٹریچر ایک طرف اور وہ مصرع ایک طرف...... ان کا کہنا ہے کہ ؎

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی [۶۲]

اسی طرح سے مسلمانوں کے دماغوں میں جو یہ خیال جاگزیں ہو چکا تھا کہ اہلِ دین کا کام تو بس اللہ اللہ کرنا ہے یا مسجدوں اور مدرسوں میں فقط قرآن و حدیث پڑھنا ہے، ان کا سیاست سے بھلا کیا تعلق ...... اس غلط تصور پر بھی اقبال نے ایک کاری ضرب لگائی ہے اور اس کو بھی ایک مصرع میں بیان کر دیا ؎

۶۱۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، ارمغان حجاز، حضور ملت

۶۲۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، بال جبریل، ص: ۵۰

عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد ۶۳

اس ایک مصرع میں یہ سب حقیقت کھول دی گئی ہے کہ اگر دین کے پاس اپنے عقیدے اور نظام کو نافذ کرنے کے لیے طاقت نہیں ہے تو طاقت جس شخص یا گروہ یا نظام کے پاس ہے، وہ دنیا کو اپنے راستے پر ہانک کر لے جائے گا۔ آپ کے لیے کلیمی کرنے کا کیا موقع باقی رہے گا اور وہ کلیمی کہاں بروئے عمل آئے گی۔

......اس کے ساتھ اقبالؒ نے مثبت طور پر یہ بات مسلمانوں کے ذہن نشین کی ہے کہ تمہاری مصیبتوں اور مسائل کا اگر کوئی حل ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ تم قرآن کی پیروی کرو اور اپنی زندگیوں پر اسلام کے آئین کو نافذ کرو۔ انہوں نے 1937ء میں قائدِ اعظمؒ کے نام جو خط لکھا تھا، اس میں واضح طور پر یہ بتایا تھا کہ مسلمانوں کے معاشی مسائل کا کوئی حل ہے تو وہ صرف اسلامی آئین کے نفاذ میں مضمر ہے۔

اقبال نے واضح طور پر یہ کہا تھا کہ مسلمانوں کو ایک وطن صرف اس لیے چاہیے کہ وہ وہاں اسلام کے اصولوں پر زندگی بسر کر سکیں۔ ان کی 1930ء کی تقریر سے جس میں انہوں نے پاکستان کی اصطلاح استعمال کیے بغیر پاکستان کا تخیل پیش کیا تھا، یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ ان کی نظر میں اگر کوئی چیز اہم تھی تو صرف یہ کہ کسی طرح اسلام اور اہلِ اسلام کو سر بلندی نصیب ہو۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہندوستان میں ہندوؤں کے ساتھ رہ کر مسلمان اپنی تہذیب پر قائم نہیں رہ سکتے۔ اس لیے انہوں نے صرف مسلمانوں کی تہذیب کو زندہ رکھنے کے لیے ایک الگ اور آزاد مملکت کے حصول کا تصور پیش کیا......ان سب چیزوں کو دیکھنے کے بعد محض کسی ایسے لفظ یا اصطلاح کی بنیاد پر جو انہوں نے اتفاقاً کسی موقع پر کسی دوسرے سیاق و سباق (Context) میں، کسی دوسرے مفہوم میں استعمال کی ہو، اس کی طرف کسی خاص نظریے کو منسوب کرنا صریح بد دیانتی بھی ہے اور مسلمانوں کو دھوکا اور فریب دینا بھی ہے۔ ۶۴

اقبال کے فلسفے کا مخاطب، بالعموم تعلیم یافتہ مسلمان تھا۔ اقبال عہد حاضر کے علوم سے مستفید ہونے والے مسلمان کو اسلام کے اصولوں سے فیض یاب کرنے اور اسے اجتہاد کے لیے تیار کرنے کا خواہش مند تھے۔ اس اعتبار سے زوال زدہ معاشرے کی فلاح کے لیے اقبال حصول علم کو ضروری گردانتے ہیں اور جہاں تک حصول علم کا تعلق ہے، وہ تعلیم یافتہ مسلمان سے تخلیقی صلاحیتوں کی کار آفرینی کی توقع کرتے تھے۔ عہد حاضر میں تخلیقی صلاحیتوں کی کار آفرینی کے ساتھ مسلمانوں کی فلاح وابستہ ہے۔

اقبال انسانی فطرت کو جبلتوں کی یلغار کے حوالے نہیں کرتا۔ اگر ایسی بات نہ ہوتی تو وہ نطشے کے سپر مین کو رد نہ کرتا، جہاں طاقت محض کمزور انسانوں پر حاوی ہونے کا وسیلہ ہے، اور نہ دوشیزۂ مریخ کے کردار کی مذمت کرتا جس میں وہ دونوں کو نظر انداز کرتے ہوئے محض اپنے وجود کے بقا کی تلقین کرتا ہے۔ جبلتوں کی یلغار کو اقبال نے جاوید نامہ میں باطل دیوتاؤں کی دوبارہ آمد کے عنوان کے تحت بیان کیا ہے۔

اقبال کے فلسفے اور شاعری میں یورپ پر کڑی تنقید دکھائی دیتی ہے اور یورپ کو دنیا پرستی کی علامت کے طور پر نمایاں کیا گیا ہے۔ افرنگی کے کردار کے ذریعے جاوید نامہ میں یورپ کی تمثیل دی گئی ہے، جو زر پرستی اور زر اندوزی کی خاطر

۶۳۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، بال جبریل، ص:۷۲

۶۴۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی، علامہ اقبالؒ کا اصل کارنامہ، شخصیات، خطاب بموقع یوم اقبال ۲۱ اپریل ۱۹۷۰ء، پنجاب یونیورسٹی ہال لاہور۔

اپنے ایمان کو داؤ پر لگا دیتا ہے۔ افرنگیں کے ساتھ ساتھ 'جاوید نامہ' میں ایک مرد بھی دکھائی دیتا ہے۔

یورپ کی اس تصویر کے ذریعے اقبال اپنے عہد کے مسلم معاشرے کو مخاطب کرتا ہے اور آنے والے زمانوں میں مسلم معاشرے کو خبردار کرتا ہے کہ وہ اس راہ کو اختیار نہ کرے جو دنیا پرستی کا راستہ ہے اور ان رویوں کو اپنانے سے احتراز کرے جو مذہب کے سطحی مظاہر ہی کو صداقت کُل گردانتے ہیں۔ اقبال کی تنبیہ اس لیے بھی قابل غور ہے کہ یورپ نے اپنی تہذیب کو عالمی تہذیب بتاتے ہوئے، کرۂ ارض کے معاشروں کو بھی اس ادراک میں شامل کیا ہے کہ ترقی پذیر معاشروں کی منزل وہی معاشرہ ہے جو عہد حاضر میں مغربی تہذیب نے تخلیق کیا ہے۔

> یورپ کی ایسی تصویر دکھانے سے اقبال کا مقصد یہی تھا (اور ہے) کہ مسلم معاشرہ اپنی نشوونما کے دوران مصائب سے بچ سکے جو یورپی معاشرے کو اپنے ارتقائی عمل میں پیش آئے ہیں۔ ۶۵

مغربی خواتین کو خطاب

علامہ اقبال نے انگریز خواتین کو بھی یہی دعوت دی کہ نئی نسل کو مادیّت سے بچائیں اور ان کو مذہب سے قریب کردیں۔ لیڈی ہارنس کے گھر پر منعقدہ تقریب میں جب ان سے تقریب میں شریک خواتین کو کوئی پیغام دینے کے لیے کہا گیا تو انہوں نے فرمایا:

> ''انگلستان کی عورتوں کا فرض ہے کہ آئندہ نسل کو دہریت اور مادیّت کے چنگل سے بچائیں۔'' ۲۲

یوں انہوں نے خواتین کو بھی اسلام سے وابستگی اختیار کرنے کی دعوت دی' کیونکہ مذہب کے ساتھ تعلق جوڑ کر ہی مادیّت اور دہریّت سے بچا جا سکتا ہے۔

کیمبرج یونیورسٹی میں خطاب کے دوران لیڈی ہارنس کے گھر منعقدہ تقریب میں خواتین کے ساتھ گفتگو کا حوالہ دیتے ہوئے علامہ نے فرمایا:

> ''چند روز قبل انگریز خواتین کے ایک بڑے مجمع میں مجھ سے کہا گیا کہ عورتوں کو کوئی نصیحت کروں۔ میں نے انہیں کہا تھا کہ انگریز خواتین کا سب سے پہلا اور سب سے زیادہ اہم فرض یہ ہے کہ نئی نسل کو دہریانہ مادیّت کے چنگل سے بچائیں۔ مذہب بے حد ضروری چیز ہے۔ مذہب ایمان و ایقان کا نام ہے''۔ ۲۷

مسلمان عورت سے خطاب

تمام زعمائے ملت نے تہذیب کی اساس خاندان کو اور خاندان کا مرکز نگاہ عورت کو قرار دیا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے بھی مسلمان عورت کو مخاطب کر کے اپنی اجتماعیت اور اپنے معاشرے کی حفاظت کرنے کا سبق دیا ہے۔ وہ مسلمان عورت کو مخاطب ہو کر کہتے ہیں: ۲۸

۶۵۔ پروفیسر ڈاکٹر جیلانی کامران، اقبال اور ہمارا معاشرہ، روزنامہ جنگ، ۲۱/اپریل ۲۰۰۹ء

۲۲۔ محمد رفیق افضل، مرتب گفتار اقبال، ص: ۲۶

۲۷۔ محمد رفیق افضل، مرتب گفتار اقبال، ص: ۲۰۵

ہمارے بچے نے جب اپنی زبان کھولنی شروع کی تو سب سے پہلے تجھ سے کلمہ لا الہ الا اللہ سیکھا۔ ہماری بجلی جب تیرے ابر پر چمکی تو اُس نے صحرا اور فلک بوس پہاڑوں سب میں ہمارا پیغام پہنچا دیا۔ تہذیبِ جدید ہمارے دین پر ڈاکا ڈالنے کے درپے ہے۔ یہ بے باک اور بے پروا تہذیب ہے جو کہ معصوم لوگوں کی گھات میں بیٹھی ہے اِس پرفریب تہذیب کے گرفتار لوگ اپنے آپ کو آزاد اور اِس کے مارے اور ڈسے ہوئے لوگ اپنے آپ کو زندہ و متحرک سمجھتے ہیں۔ تو ہماری بکھری ہوئی ملت کو جمع کرنے والی ہے۔ اپنے آپ کو سود وزیاں سے آزاد کر لے اور سوداگیری اور تجارتی ذہن سے آزاد ہو کر اپنے آبا کے نقشِ قدم سے ایک گام بھی نہ ہٹنا۔ زمانے کے دست برد سے ہوشیار رہ کر اپنی نسل کو محفوظ کر لینا۔ نئی نسل کو جو اپنی تہذیب سے بیگانہ ہو رہی ہے اور اُن کے اندر اپنی اقدار راسخ نہیں ہوئیں' ایسے میں فاطمہؓ کی طرح بن جانا اور اپنی نسلوں کی ایسی تربیت کر لینا کہ ہمارے گلزار کو پھر بہار کی نوید مل جائے اور پھر سے ہماری نسلوں میں ایک حسینؓ نمودار ہو جائے۔

پھر وہ ایک پورا باب امومت اور مامتا کے ادارے پر باندھتے ہیں اور فرماتے ہیں:

''درمعنیِ اینکہ بقائے نوع از امومت است و حفظ و احترامِ امومت اسلام است۔ نوع بشر کی بقا مامتا سے ہے اور مامتا کا احترام اور اُس کی حفاظت عین اسلام ہے۔''۲۹

اس کے بعد فرماتے ہیں:

عورت مرد کے ساز کی آواز ہے۔ مرد کی زندگی کا ساز عورت کے بغیر بے آواز ہے۔ مرد کی صلاحیتیں عورت کے ساتھ دوبالا ہو جاتی ہیں۔ عورت کا وجود مرد کے لیے لباس کی حیثیت رکھتا ہے۔ عورت کے دل کو لبھانے والا حسن عورت کی آغوش حقیقی عشق کی پرورش کرنے والی ہے۔ اُس کے خاموش مضراب (زخم) سے زندگی کا ساز نمودار ہوتا ہے۔ اُس ہستیؐ نے جس پر کائنات کو ناز ہے، عورت کا ذکر خوشبو اور نماز کے ساتھ کیا ہے۔ وہ مسلمان جس نے کہا کہ عورت مرد کی پوجا کرنے والی بنے۔ اُس نے قرآن حکیم کی حکمت کے راز کو سمجھا ہی نہیں۔ اگر تم ٹھیک اور صحیح فکر کے مالک ہو تو جان لو کہ ممتا رحمت ہے کیونکہ اُسے نبوت سے مُعلّمی کی نسبت ہے۔ اس کی شفقت گویا شفقتِ پیغمبری ہے جو قوموں کی سیرت کی صورت گری کرتی ہے۔ امومت کی وجہ سے ہماری تعمیر زیادہ پختہ اور مضبوط ہو جاتی ہے۔ اور اِس کے چہرے میں ہماری تقدیر پوشیدہ نظر آتی ہے۔ اگر تمہاری لغت میں صحیح فہم تک پہنچنے کی صلاحیت ہے تو اُمت کے ایک حرف میں ایک جہان پوشیدہ ہے۔ حضورؐ جو کائنات کی وجہ مقصود ہیں نے فرمایا کہ جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔ رحم مادر کی عزت و تکریم کرنے سے ہی ملت اور قوم بنتی ہے ورنہ زندگی کا سارا کاروبار خسارہ میں ہے۔ زندگی کی رفتار ممتا سے رواں دواں ہے اور زندگی کے پوشیدہ راز ممتا سے

۲۸۔ علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال، خطاب بہ مخدرات اسلام، اسرار خودی

۲۹۔ علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال، درمعنی اینکہ بقائے نوع از امومت است وحفظ احترام امومت اسلام است

ہی کھلتے ہیں۔ اُمومت کے فیض سے ہمارے چشمے اُبل رہے ہیں۔ ہمارے چشموں کو موجیں اور تیز رفتاری اور ساری حرکت ممتا کی برکت سے ہیں۔۳۰

پھر وہ مغربی تہذیب کی دلدادہ عورتوں اور اُمت کی مطلوب عورتوں کا فرق بیان کرتے ہوئے مثال پیش کرتے ہیں:

''وہ لڑکی جو دہقان کی گنوار، جاہل اور بدصورت بیٹی ہے اور تہذیب جدید کے آداب اور اس کی رنگینیوں سے ناواقف ہے۔ اُس کی چشم بصیرت بھی بہت دوررس نہیں ہے مگر ممتا کی تکلیفوں سے اُس کا دل اُمنگ سے خالی ہو چکا ہے۔ ماں بننے کے دشوار گزار عمل سے اُس کی آنکھوں میں حلقے پڑ چکے ہیں۔ مگر اُس کے وجود سے ملت کو ایک حق پرست انسان میسر آ جاتا ہے۔ تو ہماری ملت کا وجود اُسی کے مرہونِ منت ہے۔ اُس کی شام کی وجہ سے ہماری سحر فروزاں ہے۔ اِس کے برعکس وہ نازک صورت پیکر جس کی آنکھیں اپنے حسن کی وجہ سے حشر برپا کیے ہوئے ہے۔ مگر اس کی آغوش خالی ہے۔ اُس کی فکر مغربی تہذیب و دانش سے آراستہ ہے۔ ظاہراً وہ عورت ہے مگر دراصل اُس کا باطن نازن ہے۔ ملت کے مسلمہ اصولوں اور بندھنوں کو اُس نے توڑا ہے اور اُس کی ناز و انداز والی فتنہ گر آنکھوں نے اور اُس کی آزادی اور ڈھٹائی نے فتنے اُبھارے ہیں اور حیا سے نا آشنا آزادی نے اور اُس کے علم نے بار امومت کے گراں بار فریضے کو ادا کرنے سے باز رکھا ہے اور اُس کی شام پر ایک ستارہ بھی چمکنے نہ پایا۔ ہمارے ملت کے باغ میں ایسی عورتوں کے پھول نہ ہی کِھلیں تو بہتر ہے۔ اِس کے وجود کے داغ سے ہماری ملت کا دامن پاک رہے تو زیادہ بہتر ہے۔۳۱

اِن اشعار میں آج کی آزاد اور مغربی اقدار کی دلدادہ خواتین کو علامہ نے آئینہ دکھایا ہے۔ وہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو مسلمان خواتین کے لیے نمونۂ کامل اور آئیڈیل راہنما خاتون سمجھتے ہیں۔ لہٰذا ایک پورا باب حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کی نذر کیا ہے۔ وہ ملت و قوم کا سرمایہ مال و دولت کو نہیں، بلکہ نئی نسل کو سمجھتے ہیں جو اب حقیقت بھی بنتی جا رہی ہے کہ جب تک انسانی وسائل نہ ہوں تو مادی وسائل کسی کام کے نہیں رہتے۔

قوم را سرمایہ ای صاحب نظر | نیست از نقد و قماش سیم و زر
مال او فرزند ہائی تندرست | تر دماغ و سخت کوش و چاق و چست ۳۲

صاحب نظر اور صاحب بصیرت اقوام کے لیے مادی وسائل، روپے پیسہ اور سونا چاندی کوئی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ قوم کا سرمایہ ذہین، محنتی، صحت مند اور متحرک نسل ہوتی ہے۔

حافظ رمز اخوت مادراں | قوت قرآن و ملت مادراں ۳۳

انسانیت اور بھائی چارے اور اخوت کی علامت مائیں ہیں اور قرآن کی قوت اور قوموں کے مستقبل کا دارومدار ماؤں کے دم ہی سے ہے۔

۳۰۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، درمعنی اینکہ بقائے نوع از امومت است وحفظ احترام امومت اسلام است ۳۱۔ ایضاً

۳۲۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، رموز بے خودی، درمعنی اینکہ، بقائے نوع از امومت است، ص:۳۶۶ ۳۳۔ ایضاً

زشامِ ما برون آور سحر را   زقرآن باز خوان اہلِ نظر را
نمی دانی کہ سوزِ قرأت تو   دگر گوں کرد تقدیرِ عمر را ۳۴؎

اس مضمون کی وضاحت میں کہ سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہرؓا مسلم خواتین کے لیے اسوہ کاملہ ہیں۔ ۳۵؎

☆ حضرت مریمؑ ایک نسبت سے محترم ہیں، سیّدہ فاطمہ تین نسبتوں سے محترم ہیں۔

☆ ایک یہ کہ وہ رسُولؐ پاک جو امام اوّلین اور آخرین تھے۔ کی صاحبزادی ہیں۔

☆ آپؐ نے زمانے کے پیکر میں نئی روح پھُونک دی۔ اور ایک ایسا دور وجود میں لائے جس کا آئین تازہ و جدید ہے۔

☆ جو سیّدنا علی المرتضیٰ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ آپؓ سورۃ الدھر جو ھل اتیٰ سے شروع ہوتی ہے کی آیت کے مصداق تھے، سیّدنا علیؓ کا لقب شیرِ خُدا ہے۔

☆ وُہ بادشاہ تھے مگر حجرہ ان کا محل تھا۔ اور ان کا سارا سامان ایک تلوار اور ایک زرہ پر مشتمل تھا۔

☆ ان کی تیسری نسبت یہ ہے کہ وہ سیّدنا حسینؓ کی والدہ تھیں جو عشق کے مرکز اور کارواں عشق کے سالار تھے۔

☆ آپ سیّدنا حسنؓ کی بھی والدہ تھیں جو شبستانِ حرم کی شمع تھے۔ اور جنہوں نے خیرالامم (اُمتِ مسلمہ) کے اتحاد کی حفاظت فرمائی۔

☆ اُنہوں نے حکومت کو ٹھکرا دیا تا کہ اُمّتِ مسلمہ کے اندر سے خانہ جنگی اور دُشمنی کی آگ ختم ہو جائے۔

☆ اور وہ دُوسرے بھائی دُنیا بھر کے نیکوں کو آقا اور احرار کے لیے قوّتِ باز‌ُو تھے۔

☆ سیّدنا حسینؓ کے اسوہ سے نوائے زندگی میں سوز پیدا ہوا اور اہلِ حق نے آپؐ سے حریت کا درس لیا۔

☆ مائیں بیٹوں کی سیرت وکردار بناتی ہیں اور انہیں صدق کا جوہر عطا کرتی ہیں۔

☆ سیّدہ فاطمہؓ تسلیم و رضا کی کھیتی کا حاصل اور ماؤں کے لیے اسوہ کاملہ ہیں۔

☆ ایک مسکین کے لیے آپؓ کا دِل اس طرح تڑپا کہ اپنی چادر یہودی کے پاس فروخت کر کے (اس کی مدد کی)۔

☆ نوری اور آتشی سب آپؓ کے فرماں بردار تھے۔ آپؓ نے اپنی رضا کو شوہر کی رضا میں گُم کر دیا تھا۔

☆ آپؓ نے صبر و رضا کی ادب گاہ میں پرورش پائی تھی۔ ہاتھ چکی پیستے اور لبوں پر قرآنِ پاک کی تلاوت ہوتی تھی۔

☆ آپؓ کے آنسو تکیے پر کبھی نہ گرے (آپؓ نے تنگی حالات پر کبھی آنسُو نہ بہائے)۔ البتہ نماز کے دوران آپؓ کے آنسو موتیوں کی طرح ٹپکتے تھے۔

☆ جبریل امین آپؓ کے آنسو سمیٹ لیتے اور انہیں عرشِ بریں پر شبنم کی طرح ٹپکاتے۔

☆ شریعت کے احکام میرے پاؤں کی زنجیر بنے ہوئے ہیں مجھے جنابِ مُصطفیٰؐ کے فرمان کا پاس ہے۔

☆ ورنہ میں سیّدہ فاطمہؓ کی تربت کے گرد طواف کرتا اور ان کی قبر پر سجدہ ریز ہوتا۔

جاوید نامہ میں اقبال مولانا روم کے ساتھ مختلف آسمانوں کی سیر پر نکلے ہیں۔ رومی اُن کے پیرومرشد ہیں۔ اقبالؒ اُنہیں

۳۴۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، ارمغان حجاز، باب۔۱۲، دختران ملت، ص: ۱۷۸

۳۵۔ علامہ اقبال: کلیات اقبال: رموز بے خودی: درمعنی اینکہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا اسوہ کاملہ ست برائے نسائی اسلام۔

مرشد رومی اور اپنے آپ کو مرید ہندی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ رومی اُن کو مختلف اچھی شہرت اور بری شہرت کے حامل شخصیات سے ملاقات کرا رہے ہیں۔ ایک جگہ رومی نے اقبال کو زندہ رود کا خطاب دیا ہے اور ایک جگہ اقبال کا تعارف یوں کراتے ہیں۔ یہ آسمانوں کی سیر پر نکلا ہوا ایک ذرہ جس کے دل میں سوز و درد کا ایک جہاں آباد ہے۔ اپنی خودی کو آشکار کرنے کے سوا اِس کو اور دلچسپی نہیں ہے۔ آزاد منش بندہ ہے اور اِس وسیع کائنات کی کشادگی میں تیزی سے سفر کرنے والا ہے۔ اور میں نے اِسے زندہ رود کا خطاب دیا ہے۔ ۳۶

سیاروں پر مختلف شخصیات سے ملاقات کے دوران سیارہ مریخ میں نبوت کا جھوٹا دعوٰی کرنے والی جھوٹی نبیہ سے ملاقات ہوئی۔ ۳۷

اُس کے بارے میں اقبال کہتے ہیں:

اُس کا چہرہ روشن مگر بے رونق تھا۔ اُس کی سطحی سی باتیں تھیں۔ اُس کی باتوں میں سوز و گداز اور اُمنگ و آرزو نہیں تھی۔ اُس کا چہرہ بے نور آئینہ کی طرح تھا۔ وہ عشق اور اُس کے تقاضوں سے بے خبر تھی۔ مریخ کے حکیم راز داں نے اُسے مریخ کے باسیوں میں سے ہونے سے انکار کر دیا تھا۔ حکیم مریخ نے اُسے ایک شیطانی کردار فرزمر کی اغوا شدہ فرنگی عورت قرار دیا کہ اُس نے اِسے مریخ میں لاکر پھینک دیا ہے اور اُس نے جھوٹی نبیہ ہونے کا دعوٰی کر دیا اور اُس نے کہا کہ میں بہت جدید نظریات لے کر آئی ہوں۔ وہ مرد و زن کے باہمی تعلقات کو روح کی بجائے جسم کے اسرار کو کھول کر بیان کرتی ہوں۔ حکیم مریخ نے اِس جدید جھوٹی نبیہ کا پیغام اہلِ زمین کی زبان میں وضاحت سے سنایا کہ وہ کہتی ہے۔

اے عورتو، ماؤں اور بہنو! تم کب تک دوسروں کو خوش کرنے کے لیے ناز و انداز اور دلبری کی زندگی گزاروگی اور معشوق بنوگی یہ تو غلامی کے انداز ہیں اور یہ محکومی اور محرومی کے نشان ہیں۔ ہم اپنے بالوں کی چوٹیوں میں کنگھی کرکے بالوں کو آراستہ کرتی ہیں اور جھوٹے خیال میں ہیں کہ ہم بہت سنگھار اور آرائش و زیبائش کے ذریعے سے مردوں کو رام کرلیں گی حالانکہ مرد تمھیں اپنا شکار بناتا ہے اور تمھارے گرد اپنا جال بُن کر زنجیروں میں قید کرکے غلام بنا دیتا ہے۔ وہ تمھیں مکر و فریب کے ذریعے اور جھوٹے محبت کے دعوؤں کے ذریعے اپنے جال میں پھانستا ہے۔ وہ تمھیں بظاہر اپنا حرم بناتا ہے مگر حقیقت میں تمھیں بڑی مصیبتوں میں گرفتار کرتا ہے۔ اُس کا ساتھ دینا اور اُس کے ساتھ چلنا زندگی کے لیے باعث آزار ہے۔ اُس کے ساتھ ملنا زہر کھانے کے مترادف اور اُس سے آزادی بہت میٹھی ہے۔

وہ مردوں سے بچنے کے لیے عورتوں کو نصیحت کرتی ہے کہ اُس سے سانپ کی طرح بچو اور اِس کے پیچ و خم اور اس کے زہر کو اپنے خون میں مت شامل کرو۔

شوہروں کے بغیر زندگی بہت خوب صورت ہے اس لیے کہ ماں بننے کے عمل کی تکلیفوں سے عورتوں کے چہرے زرد پڑ گئے ہیں۔ میرے اوپر یزداں کی طرف سے مسلسل یہ وحی نازل ہو رہی ہے کہ وہ وقت آ گیا ہے کہ فن کے اعجاز اور علم کے کمال سے جنین بدن کے اندر سے نظر آئے گا اور نسل انسانی کی بقا کے لیے ہم مردوں کی محتاج نہ رہیں گی اور اگر جنین ہماری

۳۶۔ علامہ اقبال: کلیات اقبال، جاوید نامہ۔ فلک مریخ۔ رومی، ص: ۱۹۲

۳۷۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، جاوید نامہ، فلک مریخ، احوال دوشیزہ، احوال دوشیزہ مریخ کہ دعوائے رسالت کردہ۔ ۱۱۰

مرضی کے مطابق نہ ہو تو اُسے قتل اور ساقط کر دینا ہمارا حق ہے۔ اِس زمانے کے بعد دوسرے زمانے آئیں گے جس میں بہت راز آشکار ہوں گے۔ اور ایسی ترقی ہوگی کہ جنین بغیر ارحام کے پیدا ہوں گے اور اُنہیں رحم کی تاریکیوں کی ضرورت نہ ہوگی (آج کل کی کلوننگ اور ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے بارے میں پیشگوئی ہے) اور یہ آدمی کی صورت میں سراپا شیطان ہماری ضرورت نہ رہیں گے اور اِن کو دور قدیم کے حیوانات کی طرح موت آ جائے گی جو زمانوں سے ناپید ہو گئے ہیں۔

مرد جسے زندگی کا مضراب قرار دیا گیا ہے اُس کے بغیر ہی زندگی کا ساز بجے گا اور زندگی کا خمیر خود بخود صرف عورتوں کے جوہر سے اُٹھے گا۔

اے صدف! موتی کے بغیر ہی زندگی گزارو اور قطرہ نیساں کو مت کشید کرو اور تہہ دریا پیاسی مرنا زیادہ اچھا ہے۔ اُٹھو اور فطرت کے ساتھ جنگ برپا کر دو تا کہ اِس جدوجہد سے کنیز غلامی سے آزاد ہو جائے۔ عورتوں کو تو حیدِ زن اور اکیلے زندگی گزارنے کا سبق دیتے ہوئے کہتی ہے کہ اپنی زندگی کو خود ہی جیو اور مردوں کی دست نگر نہ بن کر رہنا اور دو بدن کے ربط سے آزاد رہنا۔

پیر رومی اِس جھوٹی نبیہ کو جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں، اِس نئے زمانے کے نئے آئین والے مذہب کو دیکھو اور لادین تہذیب کے ثمرات پر غور کرو۔ زندگی کے لیے عشق اور محبت راستہ ہے۔ تہذیب کی بنیاد دین ہے اور دین عشق ہے۔ اِس کا ظاہر پرسوز اور گرم ہے۔ اور اُس کا باطن رب العلمین کے نور سے منور ہے۔ اِس کے اندرونی تب و تاب سے علم وفن کے آثار پھوٹتے ہیں اور اِس کے جنون ذوفنون سے علم وفن جنم لیتا ہے۔ [۳۸]

عشق کے آداب کے بغیر دین میں پختگی نہیں پیدا ہوتی۔ دین ہمیشہ ارباب عشق سے ہی سیکھا کرو اقبال ہمیشہ عشق کو خرد پر ترجیح دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

خرد سے راہرو روشن بصر ہے　　　خرد کیا ہے چراغ راہ گزر ہے
درونِ خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا　　　چراغِ راہ گزر کو کیا خبر ہے! [۳۹]

دختر پنجاب، شہزادی شرف النساء[۴۰]

آج کل چاروں طرف عورت کے مقام اور کردار کے تعین پر مختلف قسم کی آرا سامنے آ رہی ہیں، کیا اخبارات اور کیا الیکٹرانک میڈیا' بھانت بھانت کی بولیاں سنائی دے رہی ہیں۔ عورت کے مختلف روپ سامنے لائے جا رہے ہیں۔ کبھی تو اس کے قدموں میں جنت نظر آتی ہے۔ کبھی اسے نظروں سے ایسے گرایا جاتا ہے کہ انسانیت بھی چیخ اٹھتی ہے۔

ہمارے قومی شاعر علامہ اقبال نے اپنے فارسی دیوان 'جاوید نامہ' میں بہت ہی دلنشین پیرائے میں ایک مغل شہزادی شرف النساء کا تذکرہ کیا ہے۔ علامہ' جنت الفردوس کی جانب حرکت کرتے ہوئے سرخ بیش قیمت یاقوت کے محل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھتے ہیں:

۳۸۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، جاوید نامہ، فلک مریخ، تذکیر نبیہ مریخ، ص:۲۰۶

۳۹۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، بال جبریل، ص:۸۶

۴۰۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، جاوید نامہ، آں سوئے افلاک، قصر شرف النساء

گفتم ایں کاشانۂ ازلعل ناب آنکہ میگیرد خراج از آفتاب [۴۱]

میں نے پوچھا: یہ سورج سے خراج حاصل کرتا ہوا یاقوت کا محل کس کا ہے؟ اور کس ہستی کو اتنا بلند مقام ملا ہے کہ احرام باندھی ہوئی حوریں اس کی پہرہ داری پر مقرر ہیں۔

گفت ایں کاشانہ شرف النساء است مرغ بامش با ملائک ہم تو است [۴۲]

کہا گیا کہ یہ شرف النساء کا محل ہے جس کے پرندے ملائکہ کے ہم نوا ہیں۔

میری امت کے سمندر نے اس جیسا موتی نہیں پیدا کیا اور کسی بھی ماں سے ایسی بیٹی پیدا نہ ہوئی ہوگی۔ لاہور کی مٹی اس کے مزار کی برکت سے آسمانوں کی بلندی کے ہم پلہ ہوگئی ہے لیکن کسی کو بھی اس دنیا میں اس راز کی خبر نہیں ہے کہ اسے کیوں اتنا بلند مقام دیا گیا ہے۔ وہ اس لیے دیا گیا کہ حاکم پنجاب عبدالصمد کے گھر کی یہ رونق ہمہ وقت تلاوت قرآن میں مصروف رہتی اور ذوق وشوق سے اور حب الٰہی سے اس کا ایک لمحہ بھی فارغ نہ تھا۔ اس کی کمر میں تلوار لٹکی ہوتی تھی اور ہاتھ میں قرآن کریم لیے ہوئے تن بدن سے اللہ کے ذکر میں مشغول رہتی تھی۔

اس کی خوش نصیب زندگی کا سرمایہ فقط تنہائی، تلوار، قرآن اور نماز تھے۔ جب اس کا آخری وقت قریب آیا تو اس نے اپنی ماں کو پیار بھری نظروں سے دیکھا کہ اگر میرے مقام کے بارے میں جاننا چاہتی ہو تو اس تلوار اور قرآن کو غور سے دیکھ۔ یہ دونوں یعنی اقتدار اور قرآن ایک دوسرے کی محافظ قوتیں ہیں۔ ساری کائنات اسی ایک محور کے گرد گھومتی ہے۔ یہ عالم کہ ہر لمحہ اس میں کوئی موت کی آغوش میں جا رہا ہے میرے یہی دو محرم اور ساتھی تھے۔ اے امی! وقت رخصت تجھ سے یہ بات کہہ رہی ہوں کہ مجھ سے تلوار اور قرآن جدا مت کرنا۔ اس وصیت کو اچھی طرح پلے سے باندھ لینا اور میری قبر کو کسی چراغ اور گنبد کی ضرورت نہیں ہے۔ مومنوں کے لیے اقتدار اور قرآن کافی ہے اور ہماری قبر کی تنہائی کے لیے بھی یہی سامان کافی ہے۔

علامہ فرماتے ہیں کہ بہت عرصے تک اس کے مزار پر تلوار اور قرآن کریم سجے رہے اور اہل حق کو زندگی کا پیام دیتے رہے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کے اپنے کرتوتوں کے باعث ان کی بساط لپیٹ دی گئی۔ مردانِ حق نے اللہ کے سوا دوسری طاقتوں سے خوف کھانا شروع کر دیا اور شیروں نے گیدڑوں کا پیشہ اختیار کر لیا۔ ان کے دلوں سے جوش و ولولہ ختم ہوگیا اور تو خوب جانتا ہے کہ پنجاب پر کیا گزری۔

خالصہ شمشیر و قرآن رابرد اندر آن کشور مسلمانی بمرد [۴۳]

خالصہ اس سرزمین سے اقتدار اور قرآن چھین کر لے گئے اور اس کے بعد اس سرزمین پر مسلمانی نہ رہی۔

علامہ نے کس زخمی دل سے یہ دردناک داستان سنائی ہے اور ان کی چشم بصیرت نے کتنے زمانے قبل اس اندیشے کا اظہار کیا تھا کہ جب عورت اللہ کی بندگی اور اس سے راز و نیاز چھوڑ دے گی تو وہ پہلے خود بے وقعت ہو کر زمانے کی نظروں

۴۱۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، جاوید نامہ، آں سوئے افلاک، قصر شرف النساء ۴۲۔ ایضاً

۴۳۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، بال جبریل، ص: ۵۰

سے گرے گی اور پھر بحیثیت قوم جب اقتدار اور قرآن کے احکام کو الگ الگ کر دیا جائے گا تو معاشرہ ملی غیرت سے تہی دامن ہو جائے گا۔ ثبوت ہمارے اخبارات و رسائل اور ٹی وی اور ریڈیو ہمہ وقت پیش کر رہے ہیں۔

یہ نظم آج کی مسلمان عورت سے سوال کرتی ہے کہ وہ شہزادی شرف النساء بننا چاہتی ہے تا کہ اپنی قوم کو پھر سے دنیا کی امامت کے لیے تیار کر سکے یا ایک کھلونا' جس سے کھیل کر جب معاشرے کا دل بھر جاتا ہے تو اسے توڑ پھوڑ کر پھینک دیا جاتا ہے۔ ایسی کھلونا عورت اپنے ساتھ پوری قوم کو بھی رقص و سرود میں ایسا غافل کر دیتی ہے کہ جب ہوش آتا ہے تو وہ ایک غلام قوم بنی ہوتی ہے۔ جواب ہمارے اپنے اختیار میں ہے۔

علامہ اقبال اِس کائنات میں خلافت آدم کا مقصد اور مرد و عورت کی پیدائش کا مقصد بیان کرتے ہوئے جاوید نامہ میں محکمات عالم قرآنی میں خلافت آدم کے عنوان سے لکھتے ہیں:[۴۴]

دونوں جہانوں میں ہر جگہ عشق کے آثار ہیں۔ — اور اولادِ آدم عشق کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔
عشق کا راز رحم کے جہاں سے وابستہ ہے — وہ نہ اولادِ نوح کے نام سے منسوب ہے اور نہ رومی، نہ شامی
یہ ایسا ستارہ ہے کہ جس کے لیے نہ کوئی طلوع ہے نہ غروب — اور اس کے مدار میں کوئی شمال جنوب اور کوئی سمت نہیں ہے
قرآن کریم کا لفظ انی جاعل یعنی ''میں خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں'' کا لفظ تقدیر ہے — زمین سے لے کر آسمان تک ساری کائنات اس کی تفسیر ہے
محبت اور روشنی اِس کی جلوت سے ظاہر ہے — اس کی خلوت کے وقت جبرائیل کو بھی گرانے کا یارا نہیں
انسان کا مقام افلاک سے بھی بلند و بالا ہے — اصل تہذیب آدمی کا احترام ہے
اے زندہ دل تو جانتا ہے کہ زندگی کیا چیز ہے — ایک دیکھنے والے کا عشق دو ہو جانے سے مکمل ہو جاتا ہے
مرد اور عورت دونوں ایک دوسرے سے متعلق ہیں — دونوں کائنات کے عشق کی تصویر ہیں
عورت زندگی کی غیرت کی پاسبان ہے — اس کی فطرت زندگی کے رازوں کی محفوظ کتاب ہے
ہماری غیرت کو وہ اپنے وجود میں محفوظ کرتی ہے — اس کا جوہر مٹی کو آدمی میں تبدیل کرتا ہے
اس کے ضمیر میں زندگی کے آثار و امکانات ہیں — اس کی ہمت و غیرت سے زندگی کو رونق حاصل ہوتی ہے
اِس کا ایک شعلہ کئی شعلوں کو بجھا دیتا ہے — جسم و جان اِس کے سوز کے بغیر بے معنی ہیں
ہمارا عروج اس کی پرورش سے ہے — ہم سب اس کی عمدہ تربیت کا نمونہ ہیں
اگر اللہ نے آپ کو قوت نظر عطا کی ہو — تو اِس کی پاک بازی کے سو روپ دیکھ سکتے ہو

حکیم الامت حضرت علامہ اقبال معاشرتی اور عائلی زندگی میں ماں کے مرکزی مقام کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ خاندانی نظام میں جذبہ امومت' اصل کا حکم رکھتا ہے اور اسی کے فیض سے نسل انسانی کا باغ لہلہاتا رہتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ جس طرح گھر سے باہر کی زندگی میں مردوں کو فوقیت حاصل ہے' اسی طرح گھر کے اندر کی سرگرمیوں میں

۴۴۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، جاوید نامہ، فلک عطارد، محکمات عالم قرآنی

۴۶۔ علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال، ارمغانِ حجاز، باب ۱۲، دخترانِ ملت، ص ۱۹۲۲

عورت اور خصوصاً ماں کی اہمیت ہے۔ اس لیے کہ اس کے ذمے نئی نسل کی نگہداشت و پرداخت اور دیکھ بھال ہوتی ہے۔ انسان کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے۔ ماں جتنی مہذب، شائستہ اور بلند خیال ہوگی، بچے پر بھی اتنے ہی یہ اثرات مرتب ہوں گے اور اچھی اور قابل فخر نسل تربیت پا سکے گی۔[۴۵]

مسلمان برصغیر کو خواب غفلت سے بیدار کرنے والے عظیم المرتبت شاعر علامہ اقبالؒ کا کلام بلا شبہ قرآن وسنت کی تفسیر ہے وہ امت مسلمہ کو مکمل ضابطہ حیات فراہم کرنے والے دین کی تعلیمات پر عمل پیرا دیکھنے کے خواہش مند تھے۔ وہ عورت کو بھی اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرتا دیکھنا چاہتے تھے اور اس کی پاک طینت کو دین کی قوت اور ملت کی بنیاد قرار دیتے۔ اسے زندگی کی حرارت کی پاسباں اور اس کی فطرت کو زندگی کے راز ہائے دروں کی لوح کہتے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ اسے آبرومندانہ زندگی گزارنے کا قرینہ بھی بتاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ مسلم عورت کے لیے حضرت خدیجہؓ حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہؓ کو رول ماڈل قرار دیتے ہیں۔ جبکہ بطور ماں اسے حضرت فاطمہؓ کے اسوہ سے روشنی حاصل کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر ‌ ‌ ‌ که در آغوش شبیرےؓ بگیری[۴۶]

حضرت فاطمہؓ کی طرح اس دورِ جدید کے فتنوں سے چھپ جاؤ تا کہ تمہاری گود حضرت حسینؓ (شبیر) جیسے فرزند سے بھر جائے۔

مزید فرماتے ہیں۔

مزرع تسلیم را حاصل بتولؓ ‌ ‌ ‌ مادراں را اسوۂ کامل بتولؓ[۴۷]

حضرت فاطمہؓ تسلیم و رضا کی کھیتی کا حاصل اور ماؤں کے لیے اسوۂ کامل ہیں۔

اقبالؒ کے نزدیک ماں ہی سیرت و کردار کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

سیرت فرزند ہا از امہات ‌ ‌ ‌ جوہر صدق و صفا از امہات[۴۸]

بطور ماں عورت کی اہمیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

جہاں را محکمی از امہات است ‌ ‌ ‌ نہاد شاں امین ممکنات است
اگر ایں نکتہ راقومے نداند ‌ ‌ ‌ نظام کارو بارش بے ثبات است[۴۹]

ماؤں کی برکت سے دنیا کو استحکام حاصل ہے۔ ان کے باطن تازہ ممکنات کی امین ہیں (یعنی ان کے باطن سے انقلاب پھوٹتے ہیں) اگر کوئی قوم اس نکتے سے بے خبر ہے تو اس کا نظام اور کاروبار بے بنیاد ہے۔ اپنی والدہ کی وفات پر انہوں نے شہرۂ آفاق نظم 'والدہ مرحومہ کی یاد میں' لکھی اور انتہائی دلگیر انداز میں فرمایا:

خاک مرقد پر تیری لے کر یہ فریاد آؤں گا ‌ ‌ ‌ اب دعائے نیم شب میں کس کو میں یاد آؤں گا

۴۵۔ محمد مسعود خان، اسلامی معاشرے میں ماں کی حیثیت و کردار، دعوۃ اکیڈمی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، ص:۲۱

۴۶۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، رموز بے خودی، درمعنی اینکہ سیرۃ النساء، فاطمہ الزہرہ، اسوۂ کاملہ است برائے نساء اسلام، ص:۳۳۲

۴۸۔ ایضاً ‌ ‌ ‌ ۴۹۔ کلیات اقبال، ارمغان حجاز، باب ۱۲، دختران ملت

تربیت سے تیری میں انجم کا ہم قسمت ہوا　　گھر میرے اجداد کا سرمایۂ عزت ہوا ۵۰؎

عورت کے حوالے سے اقبالؒ کی ایک نظم کا ترجمہ یوں ہے:

اے مسلم عورت! تیری چادر ہماری عزت کی پاسبان ہے اور تیری پاک طینت ہمارے لیے رحمت ہے۔ اور یہ دین کی قوت اور ملت کی بنیاد ہے۔ جب ہمارے بچے تمہاری گود میں آئے تو تو نے انہیں لا الہ الا اللہ کا کلمہ سکھایا۔ تیری محبت ہمارے طور طریقوں کو سنوارتی ہے۔ ہماری فکر، ہمارے کردار اور ہماری گفتار کی سلیقہ بندی کرتی ہے۔ اے دین حق کی نعمت کی امین! تیرے نقش ونگار میں دین حق کا سوز ہے۔

اقبالؒ چونکہ مسلم عورت کی چادر کو اپنی عزت کی پاسبان اور اس کی پاک طینت کو باعث رحمت خیال کرتے ہیں اس لیے وہ اس پر حجاب کی اہمیت بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں۔

اے ز دینت عصر حاضر بردہ تاب　　فاش گویم با تو اسرار حجاب ۵۱؎

اے کہ تیرے دین سے عصر حاضر نے حرارت چھین لی ہے میں تمہیں حجاب کے رازوں کی خبر دیتا ہوں۔

ماہرینِ اقبالیات کے مطابق اقبالؒ بنیادی طور پر یہ نکتہ سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ عورت چونکہ تخلیق کرنے والی ہستی ہے اور نقوش نو کی صورت گری کرنے والی ہے۔ اس لیے اس کے نقش کی حفاظت کے لیے کم آمیزی اور خلوت مفید ہے۔ حجاب کے حوالے سے ایک رباعی کا ترجمہ یوں ہے: ''عصر حاضر کا ضمیر بے نقاب ہے اس کی چمک دمک رنگ و آب کی مرہون منت ہے (لیکن اے دختر ملت) پورے جہاں کو روشن کرنے کا سلیقہ نور حق سے سیکھ لے کہ وہ صدہا تجلیوں کے باوجود حجاب میں ہے۔'' ۵۲؎

فقیر وحیدالدین اقبالؒ کے حوالے سے ان مختلف واقعات پر مبنی کتاب 'روزگار فقیر' (جن کے وہ خود گواہ تھے) میں عورتوں کی ذمہ داری کے ضمن میں لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ علامہ اقبالؒ کہنے لگے کہ جس قوم نے عورتوں کو ضرورت سے زیادہ آزادی دی، وہ کبھی نہ کبھی ضرور اپنی غلطی پر پشیمان ہوتی ہے۔ عورت پر قدرت نے اتنی اہم ذمہ داریاں عائد کر رکھی ہیں کہ اگر وہ ان سے پوری طرح عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرے تو اسے کسی دوسرے کام کی فرصت ہی نہیں مل سکتی۔ اگر اسے اس کے اصلی فرائض سے ہٹا کر ایسے کاموں پر لگا دیا جائے جنہیں مرد انجام دے سکتے ہیں تو یہ طریق کار یقیناً غلط ہوگا۔ مثلاً عورت کو جس کا اصل کام آئندہ نسل کی تربیت ہے۔ ٹائپسٹ یا کلرک بنا دینا نہ صرف قانون فطرت کی خلاف ورزی ہے بلکہ انسانی معاشرے کو درہم برہم کرنے کی افسوسناک کوشش بھی ہے۔'' ۵۳؎

دراصل حضرت اقبالؒ عورت کے مقام و مرتبہ سے بخوبی آگاہ تھے، کیا خوب فرماتے ہیں:

۵۰۔　علامہ اقبال، کلیات اقبال، بانگ درا، والدہ مرحوم کی یاد میں

۵۱۔　علامہ اقبال، کلیات اقبال، جاوید نامہ، خلافت آدم، ص: ۱۲۸

۵۲۔　علامہ اقبال، کلیات اقبال، ارمغان حجاز، دختران ملت، باب ۱۲

۵۳۔　رفیعہ ناہید اکرام: روزنامہ نوائے وقت، ۲۰ اپریل ۲۰۰۹ء

شرف میں بڑھ کے ثریا سے مشت خاک اس کی　　　　کہ ہر شرف ہے اسی درج کا در مکنوں
مکالمات فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن　　　　اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرار افلاطوں ۵۴

علامہ اقبالؒ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو علم ہوتا ہے کہ وہ مغربی ممالک میں کئی برس گزارنے کے باوجود مغربی کلچر سے متاثر نہ ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں:

زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی　　　　نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آداب سحرخیزی ۵۵

انہیں عورتوں کی بھی مغربی روایات سے دلچسپی بالکل پسند نہ تھی' کیونکہ وہ انہیں اسلامی اصولوں کی پاس دار کرتے ہوئے قوم کے نونہالوں کی تربیت کرتے دیکھنا چاہتے تھے۔ان کے خیال میں اسلامی معاشرے کے قیام اور اس کے ارتقا میں مسلمان عورت کا کردار ایک راسخ العقیدہ مسلمان کا سا ہونا چاہیے۔وہ عورت کی تصویر کائنات میں رنگ ضرور قرار دیتے اور اسے اپنی خوابیدہ صلاحیتوں کے استعمال کے لیے تعلیم کے حصول پر زور دیتے مگر حضرت اقبالؒ مغرب کی دلدادہ اور اپنی روایات سے بیگانہ عورتوں کے لیے فرماتے ہیں ؎

این گل از بستان ما نارستہ بہ　　　　داغش از دامان ملت شستہ بہ ۵۶

اگر اس قسم کا پھول ہمارے باغ میں نہ ہی کھلے تو بہتر ہے اور ایسی عورت ملت کے دامن پر داغ ہے جسے دھو دینا چاہیے۔

'دختران ملت' کے عنوان سے رباعیات کے ایک باب میں فرماتے ہیں کہ چونکہ ملت اسلامیہ کی تہذیب کا اصل شعار قرآنی و نبوی تعلیمات کے مطابق 'حیا' ہے۔اس لیے اے دختر ملت! تیری نگاہ شمشیرِ خدا داد ہے۔اسی کے زخم کے طفیل اللہ نے ہمیں ہمارا وجود عطا کیا ہے۔صرف وہی عفت مآب عورت قلب کا کامل شکار کرتی ہے جو اپنی تیغِ نگاہ کو 'حیا' سے آبدار بناتی ہے۔۵۸

اقبالؒ مغرب کی تہذیب کو عورت کی فطرت کے مخالف قرار دیتے ہیں جس نے عورت کو اپنے اصل مقصد حیات سے ہٹا کر بے معنی جدوجہد میں الجھا دیا تھا۔وہ اگرچہ عورت کی تعلیم کے بھی زبردست حامی تھے مگر لا حاصل کی جانب جدوجہد ان کے لیے کبھی بھی پسندیدہ نہ رہی۔فرماتے ہیں:

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن　　　　کہتے ہیں اُسی علم کو ارباب نظر موت ۵۹

اقبالؒ عورتوں کی زندگی اور تحفظ کے حوالے سے ایک بہت بڑی حقیقت سے بھی بخوبی آگاہ تھے، لکھتے ہیں:

نے پردہ نہ تعلیم نئی ہو کہ پرانی　　　　نسوانیت زن کا نگہباں ہے فقط مرد
جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا　　　　اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد ۶۰

۵۴۔ علامہ اقبال،کلیات اقبال،ضرب کلیم،عورت،ص:۷۱۹　　۵۵۔علامہ اقبال،کلیات اقبال، بال جبرل،ص ۴۹
۵۶۔ علامہ اقبال،کلیات اقبال، رموز بے خودی،درمعنی اینکہ بقائے نوع از امومت است،ص:۳۲۶
۵۷۔ علامہ اقبال،کلیات اقبال،ارمغان حجاز، باب ۱۲،دختران ملت　　۵۸۔ایضاً
۵۹۔ علامہ اقبال،کلیات اقبال،ضرب کلیم،عورت اور تعلیم،ص:۷۲۱

حکیم الامت علامہ ڈاکٹر اقبالؒ چونکہ معاشرے کی کمزوریوں پر گہری نگاہ رکھتے تھے چنانچہ وہ اسی حوالے سے عورت کی رہنمائی بھی کرتے نظر آتے ہیں۔ آج جبکہ ہماری خواتین حقوق کی فراہمی نہ ہونے کے باعث طرح طرح کے مسائل کی شکار ہیں، حتیٰ کہ مسلم گھرانوں میں بھی اسے اسلام کے دیے گئے حقوق فراہم کرنے سے اجتناب کیا جاتا ہے، ضروری ہے کہ عورت کے مقام و مرتبے کو فکر اقبالؒ کی روشنی میں تسلیم کیا جائے اور اس کی زندگی میں آسانیاں پیدا کی جائیں۔ دوسری طرف خود مسلم عورت کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ ماڈرن دکھائی دینے کے چکر میں اپنی بنیادی اقدار کو نظر انداز نہ کرے اور اپنی شخصیت کی تعمیر کے ساتھ ساتھ بچوں کی تربیت اس انداز سے کرے کہ وہ امت مسلمہ کا قابل فخر سپوت ثابت ہوں۔

دخترانِ ملت کے لیے حکیم الامتؒ فرماتے ہیں:

> ''خاتون کے لیے پردہ یا تو اُس کا حصارِ نکاح ہے یا قبر اور لحد ہے۔ مردوں کی پاک دامنی اور حفیظِ اخلاق کا نسخہ یہ ہے کہ وہ غلط کار اور اخلاق باختہ لوگوں کی صحبت اور دوستی سے پرہیز کریں۔ زبان کو گالی گلوچ اور بدکلامی سے بچائے رکھنا چاہیے۔ کیونکہ یہ بہت ہی ناپسندیدہ اور نا خوشگوار عمل ہے۔ ایک مسلمان کے ذہن میں بڑی وسعت اور کشادگی ہونی چاہیے۔ انسان ہونے کے ناتے اُس کو کافر اور مومن میں کوئی تمیز اور تفریق نہیں برتنی چاہیے۔ کیونکہ مخلوق ہونے کے ناتے سب اللہ تعالیٰ کے بندے اور پیدا کردہ ہیں۔ انسانیت یہ ہے کہ سب انسانوں کو رنگ، نسل، زبان، وطن، معاش اور پیشہ کی تفریق سے بالاتر ہو کر احترام اور قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھا جانا چاہیے۔ ایک مسلمان کو خاص طور آدمیت کے احترام سے باخبر ہونا چاہیے اور اُس کے رویے اور طرزِ عمل سے کسی بھی انسان کے ساتھ امتیاز نہیں برتا جانا چاہیے''۔[۶۹]

حکمت فرعونی جو اللہ سے بغاوت اور خواہشات نفسانی پر مبنی ہے۔ کے پاس وحدتِ آدم کا تصور نہیں ہے۔ وہ زندگی کے بعد موت کے تصور سے خالی ہے۔ اُس کے پاس طاقت ہی معیارِ حق ہے۔ اُس کے پاس اخلاق کا کوئی معیار اور قدر نہیں ہے۔ انسانی سماج کی تقسیم، رنگ، زبان، نسل، وطن، ذات پات اور معاش کے اصول پر ہے۔ انسانی سماج کی بنیادی اکائی خاندان کو کوئی تصور نہیں ہے۔ عورت ذات حکمتِ فرعونی کے نزدیک ایک کھلونا ہے۔ اُس کی عریانی، بے حیائی، اُس کی عزت اور عصمت کی بے حرمتی، اس نظام کے علمبرداروں کے نزدیک ترقی اور آزادیِ نسواں ہے۔

''خطاب بہ جاوید'' نئی نسل کے لیے مشعل راہ

جاوید اقبال علامہ مرحومؒ کے فرزند ارجمند ہیں۔ وہ لاہور ہائی کورٹ میں جج رہے ہیں اور وہیں سے چیف جسٹس کی حیثیت سے ریٹائر ہو چکے ہیں۔ اُن کی نسبت سے حکیم الامت پوری ملّت کے فرزندان سے مخاطب ہو رہے ہیں۔

تیری والدہ نے تجھے لا الہ کا پہلا درس دیا ہے۔ تیری کلی اس کی بادِ نسیم سے کھلی۔ والدہ کی محبت اور شفقت ہی سے آپ کا روپ دھارا ہے۔ آپ ہماری متاع اور سرمایہ حیات ہیں آپ والدہ کی بدولت ہی انمول بنے ہیں۔ کردار اور فکر صالح

۶۰۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، ضرب کلیم، عورت کی حفاظت، ص: ۷۰۲

۶۹۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، جاوید نامہ، خطاب بہ جاوید، ص: ۷۶۲

کا ابدی سرمایہ آپ نے آغوشِ مادر سے ہی حاصل کیا ہے۔ انہیں کے دہانِ مبارک سے آپ نے کلمہ **لا الٰـہ** پڑھا، سیکھا اور یاد کیا ہے۔ اے میرے دلبند! نظر کی پاکیزگی اور ذوق، مجھ سے حاصل کرنے کی کوشش کرلے۔ لا الٰہ کا کلمہ پڑھ کر اس کی روح اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنا اور اُس کے معانی میں اپنے آپ کو گھلانا اور جلانا مجھ سے سیکھ لے۔ لا الٰہ کا کلمہ پڑھتے ہو تو پڑھو مگر زبان سے ہی الفاظ کو نہیں دہرانا ہے۔ روح اور قلب و ذہن کی بھرپور یکسوئی کے ساتھ اس انقلابی کلمہ کو پڑھیے۔ اس طرح پڑھیے کہ آپ کے جسم کے انگ انگ سے اُس کی خوشبو اور روح کی زندگی کا مظاہرہ ہو۔ لا الٰہ کے کلمے میں اتنی قوت اور طاقت ہے کہ آفتاب و ماہتاب اُسی کے سوز سے گردش میں ہیں۔ میں نے اس روح پرور کلمے کے سوز اور جذبے کو کوہ و کاہ میں بھی دیکھا اور محسوس کیا ہے۔[٦٦]

میرے فرزند! آپ کے گردوپیش میں جو نوجوان ہیں اُن کا حال، مقصد زندگی اور ایمان و یقین کے حوالہ سے بہت ہی مایوس کن ہے۔ یہ نوجوان تشنہ لب، بہت پیاسے، مگر اپنی پیاس بجھانے کے لیے جو آبِ حیات اُن کو چاہیے تھا اُس کا حوالہ سے اُن کے پیالے خالی ہیں۔ چہرے تو اُن کے بڑے صاف اور دھلے ہوئے (Clean shaved) ہیں۔ رُوحیں تاریک اور دماغ اُن کے بڑے روشن ہیں۔ کم نگاہ، بے یقین اور ناامید ہیں۔ یہ تینوں اوصاف اُن کے مسلمان ہونے کے دعویٰ کے ساتھ کوئی مناسبت اور مطابقت نہیں رکھتے ہیں۔ یہ اتنے کوتاہ بین ہیں کہ گردوپیش کی کائنات میں اِن کو کوئی چیز نظر ہی نہیں آتی ہے، حالانکہ مسلمان کو بظاہر کائنات پر غور وفکر اور تدبر وتفکر کر کے صانع ازلی کی معرفت اور پھر تسخیرِ کائنات کے منصبی فریضہ کی جانب بڑھنا چاہیے تھا، مگر وہ ایسا نہیں کر رہے ہیں۔

یہ ناہنجار اور ناکس ہیں۔ اپنے وجود سے انکار اور دوسروں کے وجود پر ایمان لانے والے۔ مطلب اپنی دینی تہذیب اور تمدن کی خوبیوں کا ان کو کوئی علم نہیں ہے۔ یہ مغربی اور لادین تہذیب پر فریفتہ ہیں۔ بُت خانے کا معمار ان کی خاک سے اینٹیں بنا کر اپنے صنم کدہ کی تعمیر کر رہا ہے۔[٦٧]

ہمارے جو مکاتب ہیں اُن کو ہماری نئی نسل کو ذہنی اور عملی طور اسلام کے فدائی اور چلتے پھرتے ماڈل بنانا چاہیے تھا مگر وہ اپنے بنیادی مقصد اور مدعا سے ہی غافل اور بے خبر ہیں۔ اس لیے ان مکاتب سے استفادہ کرنے والوں کے اندرونی جذبات تک مقصدیت کو راستہ ہی نہیں ملتا ہے۔ یعنی حقیقت کی تعلیم سے اُن کا جذب اندرون پیدا ہی نہیں ہوتا ہے۔ ان بے روح نظام اور سسٹم رکھنے والے مکاتب نے نوجوانوں کے نورِ فطرت کو اُن کے دلوں اور اُن کی روحوں سے دھو ڈالا ہے۔ ان کے نظام سے ایک بھی پرکشش اور خوبصورت پھول نہیں کھلا ہے۔ یعنی کوئی ایسے افراد پیدا نہیں ہوئے ہیں جو ملت کے جوانوں کو مقاصد زندگی کی آبیاری کے لیے تیار کرتے۔ ہمارے معمار نے تعمیرِ ملّت کی دیواروں کے سنگ بنیاد کو ہی ٹیڑھا اور کج رکھا ہے۔ وہ شاہین بچوں کو بطخ مزاج بناتے ہیں۔ بزدل، کم ہمت اور کم حوصلہ۔ علم جب تک زندگی سے سوزِ حیات حاصل نہ کر سکے انسان کا دل پیش آمدہ واقعات اور واردات سے وہ لذت حاصل نہیں کر سکتا ہے جو مقصود و مطلوب ہے۔ علم انسان کے مقامات کی شرح اور تشریح کے بغیر کچھ نہیں ہے، علم تیری آیات اور نشانیوں کی تفسیر کے بغیر کچھ اور نہیں ہے۔ یعنی

٦٦۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، جاوید نامہ، خطاب بجاوید، ص:۳۷۲

٦٧۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، جاوید نامہ، خطاب بجاوید، ص:۳۷۲

حقیقی علم وہ ہے جو انسان کو اپنے وجود اور مقصدِ حیات سے واقف کرے اور کائنات میں اس کے مقام اور مرتبے کی نشاندہی کرے۔ انسان کے دبے ہوئے جذبات اور احساسات کو ابھارے اور پھر اُن کو حصولِ مقصد کے لیے رواں دواں اور مصروف جدوجہد و تگ و تاز کرے۔۶۸؎

پھول کی آبرو اور عزت اُس کے رنگ و بو پر منحصر ہے جس انسان میں بالعموم اور مسلمان میں بالخصوص ادب نہ ہو، وہ بے رنگ و بو ہی نہیں بلکہ بے آبرو بھی ہے۔ جب میں کسی نوجوان کو ادب سے محروم دیکھتا ہوں۔ میرا دن، رات کی تاریکی میں بدل جاتا ہے۔ اندازہ کرے کہ علامہ اقبالؒ ادب اور اخلاقِ حسنہ کو کتنی اہمیت اور مقام عطا کرتے ہیں۔ جوانانِ ملّت کو خاص طور پر زندگی کے آداب و اطوار کے سانچے میں ڈھالنے کی طرف خصوصی توجہ دے دینی چاہیے۔ میرے سینے اور دل میں تابندگی اور جذبہ و ولولہ بڑھ جاتا ہے۔ جب سے رسولِ رحمت کے دورِ سعادت کی یاد آجاتی ہے۔ جب میں اپنے زمانے کے خدوخال اور رنگ و روپ دیکھتا ہوں تو مجھے بہت ہی ندامت اور شرمندگی ہو جاتی ہے اور میں مسلمانوں کی تہذیب و تمدن اور آدابِ زندگی کے دورِ اول میں پناہ لیتا ہوں۔

سماج میں برائیوں کو فروغ دینا، انسانی اور اخلاقی اقدار کی پامالی، اس کی منصوبہ بند پالیسی ہوتی ہے۔ طاقت ور کو اپنی طاقت کے بے تحاشا استعمال سے کوئی روک نہیں سکتا۔ وہ کمزوروں کو غلام بنا سکتا ہے۔ اُس کا ہاتھ کوئی باندھ نہیں سکتا ہے۔ قانون اُس کی لونڈی ہے جس کروٹ چاہیے اُس کو لٹا سکتا ہے۔

> ’’یہ قوم جو لادین اور فرعونی نظام کی غلام بن چکی ہے۔ غیرت مند اولاد سے محروم ہوتی جاتی ہے۔ اس کے جسم میں روح قبر میں مردے کی طرح ہے۔ اس قوم کے پیرانِ کہن بڑے بڑے بزرگ، خاندانی لوگ، شرم و حیا کی قدروں سے بے گانہ ہو چکے ہیں۔ اس قوم کے نوجوان، عورتوں کی طرح اپنے جسموں کو سجانے اور نت نئے فیشن اپنانے میں مشغول ہیں۔ اُن کے دلوں میں بے ثبات آرزوئیں اور تمنائیں ہوتی ہیں۔ وہ اپنی ماؤں کے بطن سے مردہ حالت میں جنم لیتے ہیں۔ ایمان، یقین، حوصلہ، جوانمردی، ظلم و استبداد کے خلاف سینہ سپر ہونے کا شوق اور ولولہ مر چکا ہوتا ہے۔ اصل موت تو یہی ہے۔......اس قوم کی بیٹیاں اپنی زلفوں کی اسیر ہوتی ہیں۔ ننگے سر گھومتی پھرتی ہیں، مغربی تہذیب کی نقال، اپنی حیا آفرین تہذیب سے ناآشنا بھی اور بے زار بھی ہیں۔ عریاں نگاہیں، خودنمائی اور خوردہ گیری، چھوٹی چھوٹی باتوں پر اُلجھنا اور بحثا بحثی کرنا اُن کا پیارا مشغلہ ہوتا ہے۔۷۰؎

اس کے بعد حکومت الٰہی کے قیام کے بارے فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی وحی اور دستور میں سب کا فائدہ پیش نظر رہتا ہے اور حق تعالیٰ کی نگاہ میں ہر انسان کی بہبود اور فائدہ رہتا ہے۔ فرنگی جمہوریت کے دستور پر افسوس کہ فرنگ کی بانگ صور سے مردہ زندہ ہونے کی بجائے اور زیادہ مردہ ہوجاتا ہے۔ فرنگی شعبدہ باز گردش کرنے والے آسمان کی طرح اپنی بساط پر قوموں کو بطور مہرے رکھے ہوئے ہیں۔ راز کی بات کو آشکار کردینا چاہیے کہ ہم ان سوداگروں کے لیے مال و متاع کی

۶۸۔ سید علی گیلانی، روح دین کا شناسا، اقبالؒ، ص: ۲۳۸

۷۰۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، پس چہ باید کرد اے، اقوام شرق، حکمت فرعونی، ص: ۶۸۹

حیثیت رکھتے ہیں۔ سونے چاندی کی محبت نے ان کی آنکھوں سے ممتا جیسی قیمتی چیز بھی چھین لی ہے اور مائیں اپنی اولاد کو بھی بوجھ سمجھنے لگی ہیں۔ اس قوم کی حالت پر بڑا افسوس ہے جس کے درخت اپنے پھلوں سے خوفزدہ ہوں۔ اس خوف سے اس کے مضراب سے نغمہ پیدا نہ ہوجائے، وہ اپنی اولاد کو پیدا ہونے سے قبل ہی ختم کردیتے ہیں۔ اگرچہ مغرب میں بڑی رنگینی ہے مگر میں انہیں دیکھ کر صرف عبرت حاصل کرتا ہوں۔ اے وہ شخص جو ان کی تقلید کا غلام بنا ہوا ہے ان کی غلامی سے آزاد ہوجاؤ اور قرآن کریم کے سائے میں آزادی کے صحیح مفہوم سے آشنا ہوکر بندہ حُر بن جاؤ۔[۷۱]

علامہؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کے مخلص اور پاکیزہ کردار بندے ہر دور میں برسرِ جدوجہد رہتے ہیں۔ جُوعُ الارض مٹانے کے لیے نہیں، بلکہ اپنے آقا کی مسجد پر کنٹرول حاصل کرنے کے لیے۔ تاکہ یہاں ظلم نہ ہو، ناانصافیاں نہ ہوں، زبردست کمزوروں کو زیرِ دست نہ بنائیں، شراب نہ ہو، سودخوری نہ ہو، قتلِ انسانیت نہ ہو، نسوانیت پامال نہ ہو، بدکاری سے زمین پاک ہو، مہلک ہتھیاروں سے انسانیت کو نجات ملے اور اللہ کا عادلانہ نظام قائم اور غالب ہو۔

اے مسلماں! تو ذوق وشوق اور دردوسوز سے خالی ہے۔ تم جانتے ہو کہ ہمارے زمانے نے ہمارے ساتھ کیا کیا؟ ہمارے زمانے دورِ حاضر نے ہم کو اپنے وجود سے بیگانہ بنا دیا ہے۔ نبی آخرالزماںؐ فداہ ابی دامی روحی وجسمی کے جمال ان کے مشن، ان کے پیغام، ان کے اسوہ حسنہ، ان کی پاکیزہ زندگی، ان کی جدوجہد اور باطل قوتوں سے کشمکش اور معرکہ آرائی پھر غلبہء دین کا بے مثال دور سعادت اس سب سے موجودہ زمانے کی فسوں کاری نے ہم کو بیگانہ بنا دیا ہے۔ جب ان کا دیا ہوا جذبہ، ولولہ، سوز اور دردِ دل، مسلمان کے دل سے دور ہوگیا جو آئینہ کا اصل اور جوہر ہے۔ اس سے وہ محروم ہو جاتا ہے یعنی ہمارے لیے تو رسولِ رحمت کا لایا ہوا دین ہی ہماری زندگی اور تابندگی کا سرمایہ ہے۔ جب یہ ہمارے دلوں سے چھین لیا گیا تو ہمارے پاس کچھ بھی سامان زیست نہیں رہتا ہے۔[۷۲]

علامہ اقبالؒ کی اردو شاعری نے بھی اُمت کو بیدار کیا مگر اُن کا فارسی کلام تو قرآن وسنت کی تفسیر نظر آتے ہیں اور وہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔[۷۳]

جب سے آپؐ کے چہرہ انور پر نظر پڑی ہے۔ آپؐ مجھے سب جہاں سے زیادہ محبوب ہوگئے ہیں۔ اگرچہ مسلمان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے بیگانہ ہوگئے ہیں اور سینہء مسلم زندہ دل سے خالی ہوگیا ہے اور میں اِس زندگی سے عاری لاش کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آیا لوگ کہتے ہیں کہ یہ مغرب کا ایجنٹ ہے تو اے وہ ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم جس نے بوبصیری کو ردا بخشی (بوبصیریؒ جنہوں نے قصیدہ بردہ شریف لکھا اور روایت میں آتا ہے کہ اُن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر عطا کی اور مجھے یہ نغمہ (شاعری) سکھایا ہے۔ اِن علما کو حق کا ذوق عطا کردیں۔ اگر میرے دل میں کوئی خیر اور کوئی جوہر نہیں ہے تو اے زمانوں کی تاریک راتوں کے سپیدۂ سحر صلی اللہ علیہ وسلم میرے فکر کی حرمت کو چاک کردینا۔ میرا راز فاش کردینا اور اپنے گلشن سے میرے کانٹے کو پاک کردینا میری فکر کو کبھی تازگی اور ہریالی

۷۱۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، فارسی جاوید نامہ، حکومت الٰہی، ص:۵۴۳

۷۲۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، پس چہ باید کرد ای اقوام مشرق، فقر، ص:۶۹۶

۷۳۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، جاوید نامہ، رموز بے خودی، عرض حال مصنف بحضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

نہ بخشنا اور روزِ محشر مجھے رسوا کر کے میرے ہونٹوں کو اپنے قدموں کے بوسے سے محروم کر دینا۔

لیکن اگر میں نے اپنی شاعری میں قرآن کریم کے موتی پروئے ہیں اور اگر میں نے مسلمانوں سے حق بات کہی ہے تو اے وہ ذات جس کے احسان سے یہ ناکس کس بن جاتا ہے۔ میرے لیے دعا فرمائیے اور یہ ایک دعا میری ساری گفتار کا اجر ہو اور اللہ کے دربار میں میری یہ دعا عرض کر دینا کہ میرا عمل میرے عشق کے مطابق ہو جائے۔ میرے عشق و عمل کو ہم آغوش کر دینا تو نے میرے دل کو اُمت کے سوز و درد سے مالا مال کیا ہے تو مجھے عمل کی دولت سے بھی مالا مال کر دینا۔ عاشق کے لیے حبّ وطن میں یہی مقصود ہوتا ہے کہ وہ محبوب کا مسکن ہوتا ہے۔ اے حضور نبی کریمؐ جب سے اپنے والد سے تیرا نام سیکھا ہے۔ اُس وقت سے دل میں ایک آرزو پالی ہوئی ہے۔ عمر کے بہت سے ادوار آئے مگر آرزو کی اِس شراب کو میں نے ختم نہ ہونے دیا۔ آنکھوں کے پیانوں سے جب یہ آرزو چھلک گئی ہے تو اِس آرزو کو ہونٹوں سے ادا کرنے کا بھی اذن دے دے کہ اگرچہ عمل کا توشہ خالی ہے اور اپنے آپ کو اِس آرزو کے بیان کرنے کے بھی قابل نہیں پاتا مگر ''آرزو دارم کہ میرم در حجاز''۔

یہ آرزو ہے کہ موت حجاز میں آئے۔ اگر تیرے در سے میرے جسم کے اجزا دوبارہ ہو جائیں تو میری خوش بختی کا کیا ٹھکانہ اور میں آرام سے سو جاؤں اور ستاروں سے کہوں کہ میرے مقام اور آرام پر رشک کرو۔ [۷۴]

اَن اشعار میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت کا والہانہ انداز علامہ محترم کی پوری شاعری کا لبّ لباب قاری کے سامنے رکھ دیتا ہے، وہ اپنی شاعری کے بارے کہتے ہیں کہ قافلے کے آگے چلنے والے اور اِسے بیدار کر کے راستہ بتانے والے لذت گفتار سے آشنا ہو جاؤ۔ تار سے جس طرح نوا اور آواز نکلتی ہے میں نے اِسی طرح سے خودی کا معجزہ آشکار کر دیا ہے۔

شاعری سے مجھے کوئی مجموعہ نہیں بنانا اور میں ہندی ہوں اور فارسی زبان سے ناآشنا اور میری شاعری میں اندازِ بیاں تلاش نہ کرنا۔ فارسی بہت میٹھی زبان ہے اِ س کے جلوے سے میں مسحور ہو گیا۔ اور میرا قلم نخل طور کی ایک ایک شاخ بن گیا۔ میرے فکر کی رفعت کے لیے فارسی زبان ہی شایان شان ہے۔ ایران کے راہبر اعظم سید علی خامنائی اپنی ایک تقریر جو یوم اقبال پر انہوں نے کی، میں اقبال کو مشرق کا بلند ستارہ کہتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''وہ درخشاں ستارہ جس کی یاد، جس کا شعر، جس کی نصیحت اور سبق گھٹن کے تاریک ترین ایام میں ایک روشن مستقبل کو ہماری نگاہوں کے سامنے مجسم کر رہا تھا۔ آج خوش قسمتی سے ایک مشعل فروزاں کی طرح ہماری قوم کی توجہ اپنی طرف مبذول کیے ہوئے ہے''۔

ہمارے عوام جو دنیا میں اقبالؒ کے پہلے مخاطب تھے، افسوس کہ وہ دیر کے بعد اس سے آگاہ ہوئے۔ ہمارے ملک کی خاص صورتِ حال، خصوصاً اقبال کی زندگی کے آخری ایام میں ان کے محبوب ملک ایران میں منحوس استعماری ریاست کا غلبہ اس امر کا باعث بنا کہ وہ کبھی ایران نہ آئے۔

۷۴۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، رموز بے خودی، عرض حال مصنف بحضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۱۷۱

فارسی کے اس عظیم شاعر نے جس نے اپنے زیادہ تر اشعار مادری زبان میں نہیں بلکہ فارسی میں کہے، کبھی اپنی پسندیدہ اور مطلوب فضاء ایران میں قدم نہیں رکھا اور نہ صرف یہ کہ وہ ایران نہ آئے بلکہ اسی سیاست نے جس کے خلاف اقبالؒ عرصہ دراز تک برسرِ پیکار رہے، اس بات کی اجازت نہ دی کہ اقبالؒ کے نظریات و افکار کا بتایا ہوا راستہ اور سبق ایرانی عوام کے کانوں تک پہنچے، جو اسے سننے کے لیے سب سے زیادہ بے تاب تھے۔ اس سوال کا جواب کہ اقبالؒ کیوں ایران نہ آئے، میرے پاس ہے۔

جب اقبالؒ کی عزت و شہرت عروج پر تھی اور جب برِ صغیر کے گوشہ و کنار اور دنیا کی مشہور یونیورسٹیوں میں انہیں ایک عظیم مفکر، فلسفی، دانشور، انسان شناس اور ماہرِ عمرانیات کے طور پر یاد کیا جاتا تھا، ہمارے ملک میں ایک ایسی سیاست نافذ تھی جو اقبالؒ کو کسی طرح بھی برداشت نہیں کرسکتی تھی، لہٰذا انہیں ایران آنے کی دعوت نہ دی گئی اور ان کے ایران آنے کے امکانات فراہم نہ کیے گئے۔ سالہا سال تک ان کی کتابیں ایران میں شائع نہ ہوئیں۔ حالانکہ یہ وہ زمانہ تھا جب اس ملک میں ایرانی اور مسلمان تشخص کو نابود کرنے کے لیے غیر ملکی ادب و ثقافت کا تباہ کن سیلاب رواں تھا۔ اقبالؒ کا کوئی شعر اور کوئی تصنیف مجالس و محافل میں عوام کے سامنے نہ لائی گئی۔ اقبالؒ ایرانی عوام سے اپنے لگاؤ کو بیان کرتے ہیں۔

چون چراغ لاله سوزم درخیابان شما　　　اے جوانان عجم جان من و جانِ شما

می رسد مردی که زنجیر غلامان بشکند　　　دیده ام از روزن دیوار زندانِ شما

اے جوانانِ عجم میں تمہاری اور اپنی جان کو خیابان میں چراغ لالہ کی طرح جلا رہا ہوں۔ میں نے تمہارے زنداں کی دیوار کے روزن سے دیکھ لیا ہے کہ ایک مرد آنے والا ہے جو غلامی کی زنجیریں توڑ ڈالے گا۔[۵۷]

آج اقبالؒ کی آرزو یعنی اسلامی جمہوریت نے ہمارے ملک میں جامہ عمل پہن لیا ہے۔ اقبالؒ لوگوں کی انسانی اور اسلامی شخصیت کے فقدان سے غمگین رہتے تھے۔ اور اسلامی معاشروں کی معنوی ذلت اور ناامیدی کو سب سے بڑے خطرے کی نگاہ سے دیکھتے تھے، لہٰذا انہوں نے اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ مشرقی انسان اور خصوصاً مسلمان کی ذات اور وجود سے اس جڑی بوٹی کو جڑ سے اکھاڑنے کی کوششیں کیں۔

اگر آج وہ زندہ ہوتے تو ایک ایسی قوم کو دیکھ سکتے تھے، جو اپنے پیروں پر کھڑی ہے اور اپنے قابل قدر اسلامی سرمائے سے سیراب ہو کر اور اپنے آپ پر اعتماد اور بھروسے کے ساتھ نیز دلفریب مغربی زیوروں اور مغرب کی مادی تہذیب کی رعنائیوں سے بے پروا ہو کر اپنے اہداف و مقاصد کی راہ پر گامزن ہو کر والہانہ انداز میں تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے اور اپنے آپ کو قومیت، نیشنلزم اور وطن پرستی کی چاردیواریوں میں قید نہیں کرتی۔

اقبالؒ کی سب سے بڑی آرزو جو ان کے تمام قابل قدر کلام اور تصنیفات میں نظر آتی ہے یہی تھی کہ وہ یہاں پر ایسی قوم کو دیکھیں اور میں مسرور ہوں کہ ہم الحمدللہ اقبالؒ کی آرزو کو اپنے ماحول میں جامہ عملی پہنے ہوئے دیکھتے ہیں اور اس وقت ہمیں یہ موقع ملا (خواہ ذرا دیر سے) عہد حاضر کی اِس مفکر شخصیت اور اس عظیم الشان معلم اور انتھک انقلابی مجاہد کو روشناس کرانے کی کوشش کریں اور ان کو اپنی قوم سے روشناس کرائیں۔

۵۷۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، زبور عجم حصہ دوم، نظم: ۵۷، ص: ۱۰۴۴

اقبالؒ تاریخ اسلام کی اُن نمایاں، عمیق اور اعلیٰ شخصیتوں میں سے ہیں کہ اِن کی خصوصیات اور زندگی کے صرف ایک پہلو پر غور نہیں کیا جا سکتا اور نہ صرف ایک پہلو کی تعریف کی جا سکتی ہے۔

اقبالؒ کا فارسی کلام میرے نزدیک شعری معجزات میں سے ہے۔ ہمارے ادب کی تاریخ میں فارسی میں شعر کہنے والے غیر ایرانی بہت زیادہ ہیں لیکن کسی کی بھی نشان دہی نہیں کی جا سکتی جو فارسی میں شعر میں اقبالؒ کی خصوصیات کا حامل ہو۔ اقبالؒ فارسی زبان سے ناواقف تھے مگر اُنہوں نے جو فارسی کلام ورثے میں چھوڑا ہے۔ اُس میں پورے مضامین کو ایک شعر میں سمو دیا ہے اور ہم فارسی اہل زبان اُس کو نثر میں ادا کرنا چاہیں تو مضمون میں بھی نہ بیان کر سکیں، اِس سے اقبالؒ کی عظمت واضح ہوتی ہے۔

اقبالؒ ایک عظیم مصلح اور حریت پسند ہیں اور اپنے ہم عصر راہنماؤں میں اُن کا مرتبہ سب سے بلند نظر آتا ہے۔ اقبالؒ نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام عالم مشرق کا اُبھرتا ہوا ستارہ ہیں۔ ۷۶؎

علامہ اقبالؒ نے اجتہاد کو اسلامی معاشرے کی تعمیر و ترقی میں اصول حرکت سے تعبیر کیا ہے۔ ان کے نزدیک ہر آن بدلتی ہوئی زندگی میں رونما ہونے والی نت نئی تبدیلیوں کے پیش نظر مسلمانوں کی ہر نئی نسل پر لازم ہے کہ وہ اسلام کے ابدی اور آفاقی اصولوں پر قائم رہتے ہوئے مسلمان معاشرے کو درپیش نت نئے چیلنجز سے عہدہ برآ ہونے کے لیے ان ابدی اور آفاقی اصول و اقدار کی از سرِ نو تفسیر و تعبیر کا فرض سرانجام دیتی رہے۔ اقبالؒ کے نزدیک خود آنحضورؐ نے نئی صورتحال میں اجتہاد کا راستہ اپنانے کا درس دیا تھا۔ اجتہاد کا جو دروازہ میرے آقا و مولا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود کھولا تھا، اسے بند کرنے کی جرأت کون کر سکتا ہے؟ پس مسلمان معاشروں میں اجتہاد کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہنا چاہیے مگر اجتہاد کرنے والوں کو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مانند لالچ اور خوف سے کاملاً آزاد ہونا چاہیے۔ سیاسی اقتدار کے ایوانوں سے دور رہنا چاہیے اور ساتھ ہی ساتھ اقبالؒ کی مثنوی ''رموز بے خودی'' کے باب بعنوان ''در معنی ایں کہ در زمانہ انحطاط، تقلید از اجتہاد اولیٰ است'' کا بغور مطالعہ کر لینا چاہیے۔

اجتہاد اندر زمان انحطاط　　قوم را برہم ہمی پیچد بساط
ز اجتہاد عالمان کم نظر　　اقتدا بر رفتگاں محفوظ تر ۷۷؎

ہمارا زمانہ مسلمانوں کے فکری انحطاط کا زمانہ ہے۔ آج ہمارے ہاں اجتہاد کے دعوے یدار چند دانش ور امریکہ اور یورپ کی نئی استعماری حکمت عملی کو مشرف بہ اسلام کرنے میں کوشاں ہیں۔ اس لیے ہم پر لازم ہے کہ اقبال کے خطبات میں اجتہاد کی ضرورت و اہمیت کو مثنوی ''رموز بے خودی'' کے مذکورہ بالا مطالب کی روشنی میں سمجھیں اور اگر رموز بے خودی کو پڑھنے کی فرصت نہ ہو تو پھر اقبال کے درج ذیل اردو اشعار پر غور فرمالیں۔

شاعر بھی ہیں پیدا علما بھی حکما بھی　　خالی نہیں قوموں کی غلامی کا زمانہ
مقصد ہے ان اللہ کے بندوں کا فقط ایک　　ہر ایک ہے گو شرح معنی میں یگانہ

۷۶۔　سید علی خامنائی:۔ اقبال مشرق کا بلند ستارہ: ص: ۱تا ۷

۷۷۔　علامہ اقبال، کلیات اقبال، رموز بے خودی، در معنی اینکہ در زمانہ انحطاط تقلید از اجتہاد اولی تر است

بہتر ہے کہ شیروں کو سکھا دیں رمِ آہو　　باقی نہ رہے شیر کی شیری کا فسانہ
کرتے ہیں غلاموں کو غلامی پہ رضامند　　تاویلِ مسائل کو بناتے ہیں بہانہ ۷۸

ہر زمانے میں اجتہاد لازم ہے مگر یہ اجتہاد مسلمان معاشرے کی باطنی روحانی ضروریات کے پیشِ نظر ہونا چاہیے نہ کہ مسلمانوں کو مغرب کے نئے سامراج کی غلامی پر رضامند کرنے کے لیے۔۷۹

ایک بات میں اپنے نوجوانوں کو کہنا چاہتا ہوں۔ اقبال نے کہا تھا کہ دین ایک غیر محسوس حیاتیاتی عمل ہے جو بغیر کسی قسم کی شعوری کوششوں سے بھی پھیلتا جائے گا۔ اس کا تعلق انسانی زندگی سے ہے اہلِ مغرب کا یہ کلچر جن کا ہے زمانے کے تقاضوں کو ڈھالنے والا نہیں۔ زمانے کو اپنے مطابق ڈھالنے والا کلچر اسلام ہے جو چھا کر رہے گا۔ آنے والا زمانہ بالیقین اسلام کا زمانہ ہے۔۸۰

ہاں، مجھ پر منعمِ حقیقی اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا احسان کیا ہے۔ کہ مجھے مضطرب دل اور دردِ دین وملت کا وافر حصہ عطا کیا گیا ہے۔ سیکڑوں مشکلات میں سے ایک مشکل کا حل اور گرہ کشائی کی گئی ہے۔ میرے اس مُضطرب اور دردوسوز سے پُر میرے دل سے اپنا حصہ حاصل کرنے کی کوشش کیجیے۔ میرے بعد مجھ جیسا مردِ فقیر دوبارہ نہیں آئے گا۔ جیسا کہ علامہ مرحوم نے اس رباعی میں فرمایا ہے۔

سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید　　نسیمے از حجاز آید کہ ناید
سر آمد روز گارِ ایں فقیرے　　دیگر دانائے راز آید کہ ناید ۸۱

گایا ہوا نغمہ دوبارہ واپس آئے گا یا نہیں، حجاز عرضِ مقدس سے روح پرور ہوا آئے گی یا نہیں مجھ مردِ فقیر کی دینوی زندگی کا آخری مرحلہ آن پہنچا ہے۔ اب کوئی اور دانائے راز آئے گا یا نہیں آئے؟

یہ علامہ مرحومؒ کی آخری رباعی تھی۔ اور اس کے بعد وہ 21 اپریل 1938ء کو ہمیشہ کے لیے اس دنیائے فانی سے رخصت ہوگئے۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے! کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور انہوں نے اپنے فارسی اور اردو کلام میں قرآن اور اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات بخش نظام کی طرف جس دردمندی اور جگر سوزی کے ساتھ دعوت دی ہے امتِ مرحومہ کو اس کی طرف رجوع کرنے اور اس سے فیض حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

۷۸۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، ضرب کلیم، نفسیات غلامی، ص:۶۵۲

۷۹۔ پروفیسر فتح محمد ملک، اقبال کا نظریہء اجتہاد اور عصری تقاضے، روزنامہ جنگ اشاعت خصوصی یوم اقبال ۹ نومبر ۲۰۰۶ء

۸۰۔ مشاہد اقبال کامران، اقبال کا نظریہ ثقافت اور ہمارے مسائل، سہ ماہی تقریب المذاہب، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۶ء، ص:۴۰

۸۱۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، ارمغان حجاز، حضور حق، ص:۱۷۲۴